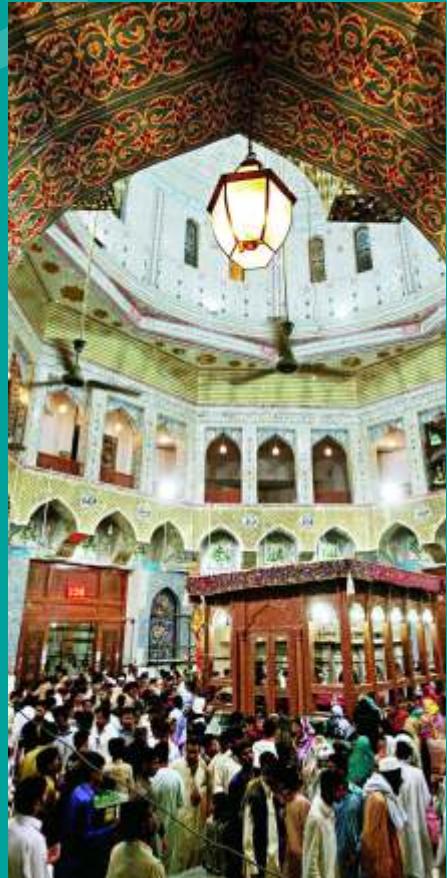
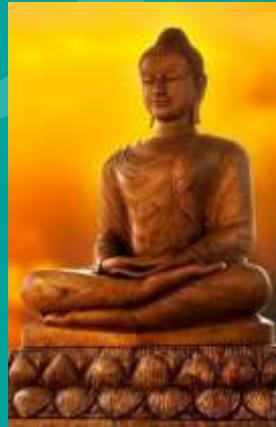


پاکستان

روشنی کا سفر

Journey
into
Light



روحانی تسلی و سکون کے مُتلاشی سیاحوں کے لیے راہنمای کتابچہ

پاکستان
pakistan

Pakistan Tourism Development Corporation

پاکستان

روشنی کا سفر

روحانی تسلی و سکون کے مُتلاشی سیاحوں کے لیے راہنمایت اپر



تحقیق : نور محمد سیال ، علی احمد بروہی ، عبید اللہ بیگ

تحریر : عبید اللہ بیگ

(محوزہ) اس کتاب پرچم میں درج مواد کی تحقیق، تاریخی اور رواحی صحت درستگی کا ہر
ممکن خیال رکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود ممکن غلطیوں کے لیے ہم مذکورت خواہ ہیں۔

تعارف

برصیر جنوبی ایشیاء میں چار بڑے مذاہب کے ماننے والے پائے جاتے ہیں۔ ان کے زمانے کے اعتبار سے ان مذاہب کی ترتیب یہ ہے۔

- ۱۔ ہندو
- ۲۔ بدھ
- ۳۔ اسلام
- ۴۔ سکھ

سے لگایا جاسکتا ہے بے کہ مشہور چینی سیاح فاہیان اور ہو آن سانگ جب بدھ مذہب کے مرکز کی سیاحت کے لیے بر صیر آئے تو پہلے سندھ آکر موئن جوڑو کے استوپے کی زیارت کی۔ اس کے علاوہ سندھ کے متعدد علاقوں میں بدھستوانی دور کے استوپے موجود ہیں جن میں جھرک اور میرپور خاص کے استوپے خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

بدھ مت کے زوال اور سندھ میں دوبارہ ہندو مذہب کے سیاسی عروج کے بعد جنوبی ایشیاء میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور سب سے پہلے جو علاقہ فتح کیا گیا وہ سندھ ہے۔ اسی لیے سندھ کو ”باب الاسلام“ کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ سندھ کی سرزی میں پرانا اسلام اولیاء اور صوفی بزرگ سندھ آپکے تھے۔ محمد بن قاسم کی سندھ میں آمد کے تقریباً آٹھ سو سال بعد محمود غزنوی نے شاہی کوہستانی راستوں سے بر صیر جنوبی ایشیاء پر حملہ کئے۔ موجودہ صوبہ خیبر پختونخواہ، پنجاب و سطحی اور جنوب مغربی علاقوں کو فتح کیا۔ اُس وقت سندھ اسلامی علوم اور تہذیب کا ایک پرانا مرکز بن چکا تھا۔

برصیر جنوبی ایشیاء کے چوتھے اہم مذہب ”سکھ دھرم“ کے بارے میں صرف اتنا کہنا کافی ہو گا کہ سرزی میں پاکستان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ حضرت بابا گرو نانک دیوی جی مہاراج سیمیں بیدار ہوئے تھے اور اسی سرزی میں انہوں نے وحدانیت کے پیغام کی تبلیغ کا آغاز کیا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان میں ان چاروں مذاہب کی اہم یاد کاریں موجود ہیں۔

جہلم کی پہاڑیوں میں کشاں راج کے قدیم منادر، بلوچستان میں شری مائی ہنگلاج کا مندر اور سکھر کے پاس دریائے سندھ کے وسط میں سادھو بیلا کے مندر، پاکستان کے عظیم تاریخی دریے میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ ان تینوں مقدس مقامات کا تذکرہ قدیم ترین سفرناموں اور تاریخی کتابوں میں موجود ہے۔ شری کشاں راج کے مندر تین ہزار سال سے زیادہ پرانے بتائے جاتے ہیں۔ مائی ہنگلاج کے مندر کی تاریخ، تاریخ کے زمانے سے پہلے دھنڈکوں میں کوئی تلاش نہ کر سکا ہے۔ اسی طرح سادھو بیلا کی بھی دوسرے تین ہزار سال پرانی بتائی جاتی ہے۔ ہندو مذہب اور قدیم نہیں یادگاروں میں اروڑ کا مندر، دھارنرزا کا مندر اور ملکی میں کا کسی مائی کا مندر خاص طور سے قابل

پاکستان کی سرزی میں کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہاں مختلف زمانوں میں اسلام کے علاوہ باقی مذاہب بھی پھلے پھولے ہیں اور یہ سرزی میں ان مذہبوں کی تہذیبی، علمی اور معاشرتی ترقی کا گھوارہ رہی ہے۔ آری قبائل جو اپنے ساتھ اوپریں دور کے ہندو مذہب کے عقائد، رسم و رواج ساتھ لے کر آئے، پاکستان کی سرزی میں پہلے داخل ہوئے اور تاریخی اعتبار سے وہ سندھ تک گئے جہاں انہوں نے دنیا بھر میں انسانی تہذیبیوں کے اوپریں گھوارے، وادی سندھ کے شہروں کو فتح کیا۔ بعد میں ان ہی علاقوں سے یہ آریہ قبائل بر صیر کے دوسرے علاقوں کو فتح کرنے گئے اور وہیں رس بس گئے۔

اسی طرح جب بدھ مت کا آغاز ہوا تو وہ علاقے جو آج پاکستان میں شامل ہیں، بدھستوائی تہذیب و ثقافت کے عظیم مرکز میں تبدیل ہو گئے۔ گندھارا تہذیب اور اس دور کے فنون لطیف، علم و ادب، مصوری، سنگ تراشی، فن تعمیر اور ان کے خیبر سے ترتیب پانے والی ثقافت، دنیا کی ہمیشہ زندہ رہنے والی تہذیبیوں میں سے ایک اہم قدر یہ تہذیب شمار کی جاتی ہے۔ گندھارا ہمارے صوبہ خیبر پختونخواہ کا پرانا نام ہے اور گندھارا کی بدھستوائی تہذیب و ثقافت کے آثار و باتیات آج بھی دنیا کے اہم ترین تہذیبی خزانوں میں شمار ہوتے ہیں۔

بدھ مت کے ابھائی گھرے نقوش صوبہ سندھ میں بھی موجود ہیں۔ بدھ مذہب کے ماننے والوں نے وادی سندھ کے قدیم تہذیبی مرکز کو، جو آج موئن جوڑو کا لہلاتا ہے، مسلسل آباد کھا اور یہیں انہوں نے دنیا کا سب عظیم استوپا تغیر کیا جو آج پاکستان کی اہم ترین قدیمی تاریخی اور تہذیبی عمارات میں سرفہرست شمار کیا جاتا ہے۔ موئن جوڑو کے اس تاریخی استوپے کی اہمیت کا اندازہ اس

ذکر ہیں۔ جب کہ پاکستان کے ہر شہر میں تاریخ کے مختلف زمانوں سے تعلق رکھنے والے مندر، خانقاہیں، دھرم شالے تعلیمی اور رفاه عامہ کی عمارتیں موجود ہیں۔

ہمارے یہ صوفی بزرگ اور اولیائے کرام قدرتی طور پر پہلے ان علاقوں میں آئے جواب پاکستان کا حصہ ہیں۔ ان بزرگوں میں سے بہت سے پاکستان کی موجودہ مشترقی اور جنوبی سرحدوں کے پار واقع، بر صغیر کے درمیان علاقوں میں بھی گئے اور وہاں تبلیغِ اسلام کے مقدس مقصد کو پورا کیا۔ لیکن ان بزرگوں میں سے زیادہ تر نے موجودہ پاکستانی علاقوں میں زندگیاں گزاریں اور پاکستان میں اُن کی آخری آرام گاہیں آج بھی عقیدت و محبت اور روحانی فیوض و برکات کا مرکز ہیں۔

پاکستان میں ہمارے ان صوفی بزرگوں اور ولی اللہ کے مزارات اسلام کی روحانی، علمی، تہذیبی اور ثقافتی اقدار کے آئینہ دار ہیں جو کہ اسلام بھی نوع انسان کی فلاحت و ترقی کا پیغام لایا ہے اس لیے ان بزرگان دین کے مزارات پر اسلام کے فلاحی پبلو کا بھر پور اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ انسانی مساوات اور اخوت کے اصولوں کا جو اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں، ہمارے ان بزرگان دین کے مقابر و مزارات پر مکمل عملی مظاہرہ دیکھا جاسکتا ہے۔ یہاں اونچے پیچے، امیر غریب، قوم برادری، ذات پات اور حقی کہ مذہبی اختلافات بھی ختم ہو جاتے ہیں، سب ہی صاحب مزار کی خدمت میں عقیدت کے پھول نچاہوں کرتے ہیں، اللہ سے اپنے اور سب کے لیے بہتری اور فلاح کی دعا کیں کرتے ہیں، ایک ہی جگہ پیٹھ کر لنگر کا ایک ساکھانا کھاتے ہیں اور یکساں روحانی سکون کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس جاتے ہیں۔ پاکستان میں ان بزرگان دین کے مزارات پر مسلمانوں کے علاوہ ہندو، بکھر اور عیسائی بھی حاضر ہوتے ہیں اور اللہ کے نیک بندوں سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، پاکستان میں ان بزرگان دین کے عقیدتمندوں کے علاوہ بیرونی ممالک سے بھی زائرین آتے ہیں اور عرس کی تقریبات میں لیتے ہیں۔

ان مزارات پر صاحب مزار کے سالانہ عرس کی تقریبات نے باقاعدہ تہذیبی اور ثقافتی تقریبات کی اہمیت حاصل کر لی ہے۔ عرس کے موقع پر کسی بھی زیارت گاہ پر میلہ لگاتا ہے، مذاکرے اور سمینار ہوتے ہیں جن میں اسلامی تعلیمات اور متعلقہ بزرگ کی زندگی کے حالات کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر اپنی اپنی زندگیاں سدھا رہنے اور اسلامی سانچے میں ڈھانے

ذکر ہیں۔ جب کہ ہر شہر میں تاریخ کے مختلف زمانوں سے تعلق رکھنے والے مندر، خانقاہیں، دھرم شالے تعلیمی اور رفاه عامہ کی عمارتیں موجود ہیں۔

ہندو مذہب کے ساتھ ہی جیں مذہب کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ سنده کے ضلع تھر پار کر میں جیں مذہب کے مانے والوں کو اہم تاریخی یادگاریں موجود ہیں۔ ان میں یہ اواہ یاد ریاں کا قدیم تاریخی مندر، بگر پار کر کے مندر، رشی مٹی بزرگوں کے مٹھہ ہمارے ملک کی قدیم تاریخی یادگاروں کا ہم حصہ ہیں۔

ہندو مذہب جیں مذاہب کے یہ اہم مقامات آج بھی آباد ہیں اور ان مقامات پر سال کے کسی کسی حصے میں کسی نہ کسی میلے، تقریب یا عبادت کا سلسلہ جاری رہتا ہے جن میں پاکستانی ہندوؤں کے علاوہ غیر ملکوں، بالخصوص بھارت سے زائرین کی ایک بڑی تعداد شرکت کرتی ہے۔

پاکستان میں قدیم بدھستوائی تہذیب کے مرکز، جن کا حوالہ ہم اس تعارف کے آغاز میں دے آئے ہیں، اس لحاظ سے اور زیادہ قابل توجہ ہیں کہ گندھارا کا علاقہ بڑے عرصے تک یونانی تہذیب کے نام لیواؤں کا بھی مکن رہ چکا ہے، اس طرح ہماری بدھستوائی یادگاروں، بالخصوص سنگ تراشی میں، قدیم یونانی رنگ نمایاں ہے اس اعتبار سے مہاتما بدھ کے جو بُت گندھارا میں تراشے گئے، وہ خوبصورتی کے لحاظ سے دنیا میں اپنی مثال آپ ہیں۔ بدھستوائی دور کی یہ یادگاریں آج پشاور اور ٹکسلا کے عجائی گھروں میں موجود ہیں اور ان یادگاروں سے ہماری سرزی میں کا حقیقت نہ، اُس دور کی زندگی کے خدوخال اور طریقے، آسان زبان میں لکھی ہوئی کتاب کی طرح صاف صاف پڑھے اور سمجھ جاسکتے ہیں۔

آئیے اب پاکستان میں اسلامی دور کے آغاز کی طرف توجہ دیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بر صغیر جنوبی یشیاء میں اسلام کی تبلیغ صوفی بزرگان دین اور اولیاء اللہ نے کی ہے۔ ان مسلمان بزرگوں میں سے کچھ تو ان دونوں سے پہلے ہی بر صغیر ہنچ پکلے تھے جب بر صغیر میں اسلامی سیاسی اقتدار کا آغاز ہوا تھا۔

مسلمانوں کے یہ بزرگ اولیاء اور صوفیائے کرام اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کا پیکر جسم تھے۔ ان کی زندگیاں بھی نوع انسان کی فلاحت و بہبود، امن برتری، محبت اور خداۓ واحد کی پرستش کے فوائد کے لیے وقف تھیں۔ ان مسلمان بزرگوں کی توجہ سے بر صغیر کے سمندہ، غریب اور مظلوم

ان مقامات پر حاضری کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ مناسب لباس پہنے ہوں، آپ کا سر ڈھکا ہوا اور آپ جوتے اُتار کر اندر جائیں۔

تو آئیے! ہم آپ کو اپنے ساتھ نورانی تجلیات سے جگھاتی ہوئی ان وادیوں میں لے کر چلتے ہیں۔ یہ عقیدت مندی کا سفر ہو گا، جس کے دوران آپ ہمارے بیٹیں بہرا وجہی ورثے سے متعارف ہوں گے، ہماری قدیم تہذیب اور ثقافت کی جھلکیاں دیکھیں گے۔

ہم اپنے سفر کا آغاز سنندھ سے کریں گے جو بچھلے پانچ ہزار سال سے زیادہ عرصے سے رشی مُنیٰ اور اولیاء اللہ کی سرزی میں چلی آ رہی ہے۔ سنندھ جس کی ایک اپنی گیر مریٰ، روحانی اور لاقانی کنش ہے جو سال کے بارہ مہینے عقیدت مندوں کو اپنے پہاڑوں، وادیوں، میدانوں اور صحراؤں میں کھینچ بلاتی ہے۔

کی راہیں تجویز کی جاتی ہیں۔ میلوں میں مقامی اور بیرونی فن کاروں کے اجتماعات، صحنی اور زرعی نمائش، گھر بیویوں کے اشال، صحت اور فلاح عامہ کے محکموں کی کا کردار گی اور منسوبوں سے مختلف مظاہرے اور جسمانی صحت، ورزش، کشتی، قدم فنون جنگ اور اسلحہ کے مظاہرے بھی منعقد ہوتے ہیں۔ یا الفاظاً دیگر آپ اس طرح کے کسی بھی میلے میں پاکستانی تہذیب و ثقافت، صنعت و حرف اور لوک فنون کے مجموعی مظاہرے دیکھ سکتے ہیں۔

مختلف بزرگان دین کے مقابر و مزارات پر عرس کی تقریبات کا سلسلہ تقریباً پورے سال جاری رہتا ہے۔ جن میں پاکستانی اور غیر ملکی زائرین بلا امتیاز مذہب و ملت شرکت کرتے ہیں۔ ان مقدس مقامات پر آپ سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ آپ کون ہیں؟ صرف ادب شرط ہے!



مخصوص مقبروں اور زیارت گاہوں کی فہرست

پاکستان میں بہت سے ایسے علاقوں ہیں جہاں ایک سے زیادہ بزرگوں کے مقابر، خانقاہیں یادوسرے مذاہب کی عبادت گاہیں موجود ہیں۔ ان میں خاص طور سے ٹھنڈھ، اوج شریف، ملتان، لاہور، پاکستان شریف، ڈیرہ غازی خان، سہیون شریف اور کھرقانہ ذکر ہیں۔ ان مقامات کے علاوہ دوسرے مقابر اور زیارت گاہوں کے لیے طویل سفر کرنا پڑتے ہیں۔

اس فہرست میں پاکستان کے علاوہ آزاد جموں و کشمیر کے بھی بعض اکابر ولی اللہ کے اسماے گرامی درج کئے جا رہے ہیں۔

صوبہ سندھ
صلح کراچی
بایعبداللہ شاہ خاڑی، کلشن، کراچی

صلح جنہے
 حاجی ترابی، گوجر
عبداللہ احمدی -

سید علی شیرازی
پیر پھٹو، پیر پھٹو
شاہ جمال داتا گارناری، پیر پھٹو

شاہ عنایت، میران پور نزد پیر پھٹو
شاہزادہ شیرازی، بکلی
مائی مکلی، مکلی

مخدوم محمد ہاشم - مکلی
حضرت شاہ غوثیت، تعاقب شاہ بندر
صلح نیڈر آباد:

مخدوم فتح الدین، شاہ جہانیاں
شاہ عبداللطیف بھٹائی، بھٹ شاہ
مخدوم محمد نونج، بالا

سید عبدالواب شاہ جیلانی، حیدر آباد
حضرت محمد شاہ کی، حیدر آباد
شاہ عبدالکریم بخاری

خواجہ عبد الرحمن، وصی ملوك شاہ
صلح لاڑکانہ
سید قاسم شاہ بخاری

صلح دادو
حضرت اعلیٰ شہزادہ قلندر سہون
مخدوم باول شاہ شہید، سہون
شاہ صدر لکیاری، بکلی
سکندر شاہ یادو، سہون

بنیانگ شریف
عبداللہ شاہ گوڑریو، میہڑ
صلح سکمو

شاہ فرید الدین جیلانی
سید محمد ارشاد شاہ، پیر پکارا، پیر جو گوڑھ
فضلخ شاہ، گولار پی

ناہر و شاہ، گوئکی
مبارک شاہ، عادل پور
ہندو مندھب کے مقدس مقامات

کامل، روہڑی
سارہ بیله، کھڑر

گورودوارہ ذیرہ صاحب، لاہور	محمد یوسف گردیزی	صلح خیر پور
سادھی مہارا جردنجیت سنگھ، لاہور	شیخ محمد ابوالحسنیب (موقی پاک شہید)	عبدالواہب فاروقی (چل سرمست) و رازہ
صوبہ پنجاب	تو تلامی	سلطان ابرائیم اتن ادم
صلح سبیل	شاہ ولی اکبر	صلح نواب شاہ
لاہوت لامکان	صلح ذیرہ گازی خان	اصغر علی شاہ جادو داتار
شاہ بلاول نورانی	سید احمد سلطان (خی سرور سلطان)	صلح بدین
صلح خندار	خواجہ محمد زمان، لاواری شریف	خواجہ محمد زمان، لاواری شریف
خلیفہ ملی موالی	صلح لاہور	سید سکن سرکار پیر بھریو
صلح پشیں	سید علی بھویری داتا گنج بخش	صلح سانگھر
معصوم باما	میر محمد (میاں میر)	مخدوم شہبیع الدین گروہی
پیر لاکھا	شاہ سین (اور ماڈولال)	مائی سوئی مینوال، شہداد پور
صلح چاغی	لاہور میں ۲۳ گر بزرگوں کے مزارات	صلح ٹھار پور
پیر سلطان قصیر	صلح شخو پورہ	مخدوم عبدالغفار ہماں
صلح لور الائی	شیر محمد، شر قبور	صلح ٹھر پارکر
میان عبد الحکیم (نانا صاحب) - ذکر	صلح قصور	سید رضی شاہ لکیاری
صلح بی	باپا نلک شاہ	بیرون چھوڑ
باپا خداوی، زیارت	صلح سامیوال	جن مندر
ہندو مندھب کے مقدس مقامات	حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شاہ، پاکستان شریف	گوری کامندری، ویراواہ
شری مائی پہنچان کامندر لسیلہ	شیخ غلام قادر	بودھیر کامندری، گنگ پارکر
چندر کوپ - لسیلہ	صلح گجرات	صلح پنجاب
صوبہ خیبر پختونخواہ	حضرت شاہ دولہ	صلح بھاولپور
رجمن بابا، پشاور	صلح یا یکلوٹ	اوچ شریف
پیر بابا، بونیر	سید جلال الدین میر شاہ شریخ بخاری	سید قاسم شاہ بخاری (مخدوم
بدھ مت کے مقدس مقامات	سید امام علی لحق	حضرت جلال الدین بخاری (مخدوم
ٹیکسلا	صلح اسلام آباد	چہانیاں جہاں گشت)
پشاور	شاہ عبدالطیف کاظمی، بری المام	شیخ یقی الدین غزوونی
چار سده	صلح جنک	حضرت پیر مہر علی شاہ، گورہ
سوات	حضرت سلطان باہو، گڑھ مہاراج	سید محمد غوث جیلانی علی
گلگت، ہنزہ اور سکردو	ہیر راجھا	مخدوم حضرت بھادول حیم
آزاد جموں و کشمیر	صلح چکوال	بی بی جیوندی
میان محمد بخش	شیخ عبدالقار جیلانی حضرت ہو ہو۔ کل کھار	ملوک شاہ
حضرت شادی شہید	سیدن شاہ، چاؤ سیدن شاہ	مسافر خانہ
تھی سائیں سیکھی سرکار	ہندو مندھب کے مقدس مندر	بھنڈ و بان
پیر چنائی	شری کشاں راج، چکوال	پیر پیر چولستان
گلگت بلتستان	مالوٹ کامندر، چکوال	خواجہ نور محمد
بابا غونڈی (بابا غونڈی زیارت)	شیخ لکھا نامندر، چکوال	خانقاہ حجم دین
	حضرت بہاول الدین ذکریا	صلح ملتان
	سکھوں کے مقدس گورودوارے	حضرت بہاول الدین ذکریا
	گورودوارہ جنم استھان، نیکانہ صاحب	حضرت ابوالخیر رکن الدین (شاہ رکن
	گورودوارہ شری پنج صاحب، حسن اباد	عالم)
	گورودوارہ رہڑی صاحب، ایکن آباد	شمس الدین سیزوواری



حضرت لعل شہباز قلندرؒ کا مقبرہ، سہون شریف، سندھ

صوبہ سندھ

صلع کراچی

عبداللہ شاہ غازیؒ

بaba عبد اللہ شاہ غازی کے زندگی کے حقائق کچھ بھی ہوں ان کا مزار اور مقبرہ، کراچی کی اپنی صد سالہ تاریخ سے کہیں زیادہ پرانا ہے، جہاں روزانہ ہزاروں معتقدین فاتح خوانی کے لیے حاضری دیتے ہیں۔ بابا عبد اللہ شاہ غازیؒ کا سالانہ عرس، کراچی کی بڑی اور اہم عرس کی تقریبات میں سرفہرست ہے جس میں لاکھوں زائرین کے علاوہ علماء، صوفیاء، نفراء اور قلندرؤں کی بڑی تعداد کے اور ملک بھر سے چوٹی کے قواں آتے ہیں۔

بابا جی کا مزار جس پہاڑی پلے پر واقع ہے اس پلے کا سراغ سکندر اعظم کی بصیرت سے واپسی کے سفر کی رواداویں میں بھی موجود ہے۔ عبادی حکومت کے اوقیانوس جب بابا عبد اللہ شاہ غازی کو اس پلے کی چوٹی پر دفن کیا گیا تو یہ جگہ زیارت گاہ خاص و عام ہو گئی۔ اس پہاڑی پر بابا جی کے مزار کے نیچے ایک پتھریلے غار میں پانی کا چشمہ بہتا ہے جس کو بابا جی کی کرامتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

حامی ترابی

اگر آپ کراچی سے مکملی اور ٹھہر جائیں تو لگ بھگ باون میل آگے جا کر آپ کوٹر کے دائیں کنارے، کوئی دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا گنبد نظر آئے گا۔ یہ گنبد حامی ترابی کے مقبرے کا ہے۔ مقبرے تک پہنچنے کے لیے آپ کو گجوتک جانا پڑے گا۔ جگو سے دائیں ہاتھ کلری سے کراچی تک پینے کا

سندھ کے دار الحکومت، کراچی میں ساحل سمندر کے کنارے، منے اور پانے کافیں کے درمیان ایک بلند والا سنگلاخ پہاڑی پلے پر، سفید باریوں والے بزرگنبد کاظراہ دور سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ گنبد جس پر بزرگنگ کے پرچم سمندری ہوا کے جھونکوں سے لمبراتے رہتے ہیں، بر صیری جنوبی الشیاء کے ایک انتہائی قدیم بزرگ اور ولی اللہ، حضرت بابا عبد اللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ پر بنایا ہوا ہے۔ یہ بزرگنبد جو گذشتہئی صدیوں سے کراچی کی بندراگاہ آنے والے بحری جہازوں کے لیے نشان منزل کا کردار انجام دیتا رہا ہے۔ پاکستان اور یورون پاکستان لاکھوں عقیدتمندوں کے لیے روحانی رکھوں حاصل کرنے کی منزل کا بھی نشان رہا ہے۔

حضرت بابا عبد اللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، ان کی زندگی کے حالات اور ان کی شہادت کے واقعات پر، مورخین اور محققین کے مابین صدیوں سے اختلاف چلا رہا ہے۔ ان کے بارے میں علمائے مباحثت ہوتے رہے ہیں۔ مورخ، مذہبی علماء اور ان کے معتقدین، ان تینوں حلقوں میں ان



لوک مئنی



بابا عبد اللہ شاہ غازی کا مقبرہ، کافیں، کراچی



عقیدت مندوں کی مغل سامع

علاقتے میں کیے بعد دیگرے رسول آباد اور محمد طور نام کی بستیاں آباد ہوئیں۔ تھرڑی کے آثار آج بھی موجود ہیں۔

جب آپ حاجی ترابی کے عزاز اور دیگر شہداء کے قبروں پر فاتحہ پڑھ چکیں تو مقامی لوگوں سے ” حاجی ترابی کی کشٹی“ کے بارے میں دریافت کریں۔ ان کے مزار سے تقریباً چار لاکھ میٹر دروازہ، ایک نیبی میدان میں جو دراصل دریائے سنده کی ایک پرانی گزرگاہ تھی ایک پہاڑی ہے جو دور سے دیکھنے میں بھری جہاز کی شکل میں نظر آتی ہے۔ مقامی روایت کے مطابق یہ بھری جہاز بھری قراقوں کا تھا جو مقامی آبادیوں میں لوٹ مار کرتے تھے۔ ایک بار لوٹ مار کرنے آئے تو مقامی لوگوں نے حاجی ترابی سے فریاد کی۔ انہوں نے بھری قراقوں کو بد دعا دی جس کے نتیجے میں ان کا جہاز اور وہ خود پھر میں تبدیل ہو گئے۔

حاجی ترابی کی کشٹی کے آس پاس میدان میں اب بھی ایسی چھوٹی چھوٹی چٹانیں موجود ہیں جو انسانی شکلوں کی ہیں اور ان کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ سخت تکلیف کے عالم میں چینتے ہوئے مر گئے ہوں۔

مکلی

جب آپ حاجی ترابی کے مقبرے پر حاضری دے چکیں اور قومی شاہراہ پر مزید بارہ میں سفر کریں تو آپ مکلی ہیئت جائیں گے۔ مکلی ساری دنیا میں اس لیے مشور ہے کہ بہاں دنیا کا سب سے بڑا قبرستان ہے۔ ایک ایسا قبرستان جو تقریباً چھ میل لمبا ہے اور جس میں لگ بھگ چھ لاکھ افراد مدفون

مقبرہ حضرت عبداللہ الصحابیؓ مکلی، بھٹخہ

پانی پہنچانے والی نہر جام کنال کی بندر روڈ پر قریباً ۱۰ میل واپس آنا پڑے گا۔ حاجی ترابیؓ کا مقبرہ ایک ٹیلے پر واقع قدیم تاریخی قبرستان میں واقع ہے۔

حاجی ترابیؓ ایک تابعی تاکہمی بزرگ تھے۔ ان کا اصلی نام حمادین حفص تھا۔ وہ بوجباس کے دور خلافت میں سندھ آئے اور ساکروں کے علاقے کو فتح کیا اور اس علاقے کے گورنمنٹر رہوئے۔ بعد میں وہ اسی علاقے میں آباد ہو گئے اور ایک سو سال سے زیادہ عمر پا کر انتقال کیا۔ حاجی ترابیؓ ایک صاحب کرامات کیا۔ ان کے مزار کی محراب میں مقبرے کا نئیمیر ایام بھری درج ہے۔ تاریخی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ موجودہ مقبرہ فیروز شاہ تغلق نے اس رو تعمیر کرایا تھا۔

مقبرے کی تاریخ تعمیر کی بنیاد پر بڑے اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ حاجی ترابیؓ کا مقبرہ بر صغیر میں کسی بھی معروف مسلمان بزرگ کا سب سے قدیم مقبرہ ہے۔ حاجی ترابیؓ کے معتقدوں کی بڑی تعداد آج بھی موجود ہے۔ ان کے سالانہ عرس کے موقع پر ہزاروں زائرین دور دراز سے سفر کر کے مقبرے پر حاضری دیتے ہیں اور عرس کا میلہ کئی دن جاری رہتا ہے۔

جہاں حاجی ترابیؓ کا مقبرہ ہے اس کے پاس ہی وادی سنده کی قدیم ترین تہذیب کے ایک اہم مرکز ”تھرڑی“ کے کھنڈرات بھی موجود ہیں۔ بھنځور کی تباہی کے بعد اس کی آبادی اس قدیم شہر میں منتقل ہو گئی اور اس

پیر پٹھو و بیلی

پیر پٹھو جن کا اصلی نام حسین بن راجح تھا، سندھ کے ان بزرگ ولیوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی ہندو اور مسلمان دونوں مذاہب کے ماننے والے یکساں عزت و تکریم کرتے ہیں۔ پیر پٹھو کا مزار ٹھٹھے کے پاس دریائے سندھ کی قدیم گزراگاہ کے کنارے واقع اسی نام کی پہاڑی کے دامن میں ہے۔ پیر پٹھو کا انتقال ۶۲۶ھ مطابق ۱۲۸ءے کے دوران ہوا۔ ان کے مزار کے پاس میں ایک قدیم مسجد آج بھی موجود ہے۔ جس کا سنہ تعمیر ۵۲۷ھ جغری مطابق ۱۵۲ءے درج ہے۔ پیر پٹھو حضرت مخدوم بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے مرید تھے۔ مخدوم بہاؤ الدین ذکریا ملتانی نے پیر پٹھو کو سندھ کے دورے میں خود تلاش کر کے اپنا مرید بنایا تھا۔

پیر پٹھو کا انتقال ۶۲۶ھ میں ہوا۔ ان کا سالانہ عرس ریچ الادول کو منعقد ہوتا ہے جس میں پورے پاکستان سے ان کے معقیدین شرکت کرتے ہیں۔ پیر پٹھو کے مزار پر ان کی بعض یادگاریں اب تک محفوظ ہیں جن میں ان کا عصاء، دستار اور ایک قدیم زمانے کی گھنٹی قابل ذکر ہیں۔

شاہ جمیل داتا گرناری

پیر پٹھو کے مقبرے کے پاس ہی، شاہ جمیل داتا کا مزار ہے۔ شاہ جمیں حضرت امام موی کاظمؑ کی اولاد اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ سورٹھ، گجرات کے رہنے والے تھے اور انہوں نے پیر پٹھو کے بنانے پر اپنا طلن جچور کر ان کے پاس آگئے اور یہیں آباد ہو گئے۔ ان کی شادی سلطان محمود غزنوی کی صاحبزادی امانت بی بی سے ہوئی۔ شاہ جمیل داتا ریکر متین اور روحانی فیض کی بے شمار داستانیں مشہور ہیں۔

شاہ عنایت

شاہ عنایت ایک اور صوفی بزرگ تھے جن کی سندھ میں بڑی عزت و عظمت ہے۔ ان کو ”سرتاج صوفیاء“ اور ”سردار عشقان“ کے خطابوں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ شاہ عنایت ۶۲۰ءے میں جھوک شریف کے پاس ایک گاؤں میراں پور میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت حضرت پیران پیر دشکر، غوث اعظم کے پرپوتے خواجہ عبدالمالک نے کی تھی۔ خواجہ عبدالمالک بگال کے شہر برہان پور میں رہتے تھے۔ شاہ عنایت پانچ سال تک خواجہ صاحب کے زیر تعلیم رہے۔ تعلیم و تربیت کی تکمیل پر خواجہ صاحب نے شاہ عنایت گواہی

مکمل کا قبرستان نہ صرف قدیم مسلم سندھ کی تہذیب، عظمت، شوکت اور فن تعمیر کا بلکہ ٹھٹھے کی عظمت دینیہ کا بھی آئینہ دار ہے۔

اس قبرستان میں مدفن ایسے لوگوں کی تعداد جس کا ذکر سندھ کی تاریخ، عالم اسلام کے علماء کی فہرست اور صوفیہ میں مسلمان حکمرانوں اور ان کے امراء کے تذکروں میں موجود ہے، ہزاروں سے تجاوز کرتی ہے۔ اس اعتبار سے مکمل کے قبرستان کو صحیح معنوں میں مسلمانوں کے مذہب، تہذیب و ثقافت، علم و ادب، فلسفہ و حکمت، سیاست اور فون اطیفہ کے ماہروں کے ناموں کا خزانہ کہا جا سکتا ہے۔ جو یہیں کروں سال سے اپنی اپنی قبروں میں محاوارم ہیں۔ اس قبرستان میں محمد بن قاسم کے دورے سے لے کر دور جدید تک کے نامور مدفون ہیں۔

مکمل کے قبرستان میں کئی معروف بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے مزارات بھی ہیں۔ ان میں حضرت عبداللہ اصحابی اور حضرت سید علی شیرازی کے اسامی گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

عبداللہ اصحابی

حضرت عبداللہ اصحابی پیران پیر حضرت غوث اعظم کے نواسے بتائے جاتے ہیں۔ وہ شاہ حسن بیگ ارغون کے دو حکومت میں ۹۲۸ھ مطابق ۱۴۱۳ءے گجرات سے بھرت کر کے سندھ آئے۔ ان کا مقبرہ جو سے ۶۲۳ھ مطابق ۱۲۶۰ءے کے دوران تعمیر ہوا تھا، آج بھی مرتع خلائق ہے۔ یہاں صح سے شام تک زائرین کا تابستانہ رہتا ہے۔ شعبان المعلم کے مبارک مہینے میں شب برات کو سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے جو دو دن جاری رہتا ہے۔

سید علی شیرازی

اگر آپ مکمل کے آخری حصے میں واقع جام نظام الدین کے خوبصورت مقبرے کے پاس کھڑے ہو کر شمال مشرق کے رخ دیکھیں تو سفید رنگ کا ایک خوبصورت مقبرہ نظر آئے گا۔ یہ مقبرہ ٹھٹھے کے ایک اوروپی اللہ سید علی شیرازی کی آخری آرامگاہ ہے۔

سید علی شیرازی کا تعلق سید بزرگوں کے ایک مشہور خاندان سے تھا۔ سید صاحبؒ کی بے شمار کرامتیں مشہور ہیں اور ان کے مقبرے پر بھی زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔

مذہبی موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی بعض کتابیں آج تک قاہرہ کی جامعہ الازہر کے نصاب میں شامل ہیں۔

شہزاد

ٹھٹھے کے تعلقہ شاہ بندر میں قصبه لاڈیوں کے پاس عقیق کا مزار ہے۔ شاہ عقیق باکرامت بزرگ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ پچیدہ امراض میں بتالوگ ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور اس وقت تک مزار کے قرب و جوار میں مقیم رہتے ہیں جب تک صحت یا بہوجائیں۔ اس مقصد کی خاطر شاہ عقیق کے مزار کے آس پاس متعدد مسافرخانے موجود ہیں۔

شاہ عقیق کے مزار پر ہر جمعرات کی شب فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔ اس موقع پر وہاں اپنے خاصے میلے کا سماں پیدا ہو جاتا ہے جس میں کراچی، ٹھٹھہ اور قرب و جوار کے ہزاروں افراد شرکت کرتے ہیں۔

ضلع حیدر آباد

مندوم فتح الدین جہانیاں

محمدوم فتح الدین جہانیاں، مشہور صوفی بزرگ حضرت سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی اولاد میں تھے۔ سید جہاں گشت کی اولاد امداد میں بہت سے بزرگ گزرے ہیں جن کی خانقاہیں اور مزارات پورے رصیر جنوبی ایشیاء میں پائے جاتے ہیں۔

محمدوم فتح الدین کے والد ماجد محمدوم سید حامد^{۱۵۱} اے کے دوران تعلقہ مور د ضلع نواب شاہ کے ایک گاؤں شاہ پور جہانیاں میں آباد ہوئے لیکن محمدوم فتح الدین حیدر آباد کے مضائقات میں آباد ہوئے۔ محمدوم فتح الدین جہاں رہتے تھے وہ جگہ آج تک ٹھٹھہ جہانیاں کہلاتی ہے۔ اگرچہ محمدوم فتح الدین کے بزرگ سلسلہ سہروردیہ میں مرید تھے لیکن انہوں نے خود کو سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک کیا۔

محمدوم فتح الدین فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے جو ان کے زمانے میں سندھ کی سرکاری زبان تھی۔ ان کے مریدوں کی تعداد کثیر تھی۔ ان کا انتقال ایک سو و دو سال کی عمر میں ہوا۔ محرم الحرام کو ان کا سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے۔

محمدوم فتح الدین کے بعد ان کے صاحبزادے محمدوم قطب الدین ان کے جانشیں ہوئے۔ مند جانشی پر بیٹھنے سے پہلے محمدوم قطب الدین نے

تموار ایک کلاہ اور سرخ رنگ کا لباس عطا کیا اور صوفی کا تعصب دیا۔ شاہ عنایت کے ہزاروں ہندو اور مسلمان مرید تھے۔ بلوی کے بعض خاندان ان کی ہر ڈھنیزی سے خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے دبلی کے مثل شہنشاہ فرغ سیر کے دربار میں شکایت کیجی کہ شاہ عنایت نے فقیروں کا لشکر جمع کیا ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے۔ شہنشاہ نے میاں نور محمد کا ہبڑہ کو جو اس وقت مغلوں کی طرف سے سندھ کے حاکم تھے شاہ عنایت کی سرکوبی پر معین کیا۔ میاں نور محمد نے جھوک شریف کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ عنایت کے فقیروں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

میاں نور محمد کا ہبڑہ نے معزز کارائی کے ذریعے قابو نہ پا کر، صلح کا پیغام دیا۔ صلح ہو گئی، بعد میں میاں نور محمد نے ان کو گرفتار کر کے، ان کا سرقلم کر دیا۔ یہ واقعہ کے لحاظہ کا ہے کہ شاہ عنایت کا سرداری بھیجا گیا۔ شاہ عنایت شہید گا عرس^{۱۶} ا صفر لمظفر سے شروع ہو کر ۲۰ صفر کو تمہارے ہوتا ہے۔

شاہ مراد شاہ شیرازی

شاہ مراد شاہ شیرازی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ پیدائشی حافظ قرآن تھے۔ کراچی اور ٹھٹھے کے نواح میں رہنے والے جو کھیڑے قیلے کے افراد ان کے معتقد ہیں۔ ٹھٹھے میں ان کے نام پر ”شاہ مراد شوگر مل“ قائم کی گئی ہے۔ چنانکہ چودہ تاریخ کو ان کے مزار پر جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔

مائی مکلی

مائی مکلی وہ خاتون ہیں جن کے نام پر مکلی کا قبرستان مشہور ہے۔ مائی مکلی ایک خدار سیدہ اور بزرگ خاتون تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کو مکلی کی مسجد کے محراب کے زیر سایہ دفن کیا گیا اور اسی وجہ سے یہ پہاڑی جس پر قبرستان واقع ہے، مائی مکلی کی پہاڑی کہلایا۔

محمدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی

سندھ کے مشہور عالم محمد ہاشم ٹھٹھوی کا مزار مکلکوہ آفس کے عقب میں واقع ہے۔ محمدوم ہاشم ٹھٹھوی صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ ان کے مزار کے پاس ہی ایک مسجد ہے جس کے احاطے میں محمدوم ابوالقاسم اور محمدوم معین جیسے بزرگ مدفون ہیں۔ اسی احاطے میں تحریک آزادی کے نامور مجاہد اور سیاسی رہنمائیں عبد الجبار سندھی بھی دفن ہیں۔

محمدوم محمد ہاشم اپنے وقت کے بلند پایہ عالم و فاضل تھے۔ انہوں نے

حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائی کی ساری تعلیمات کا خلاصہ انسانی محبت، خدا تری، پاکبازی اور امن و سلامتی کے آفاقی اصول ہیں۔

شاہ عبدالطیف بھٹائی کا مقبرہ پاکستان میں مسلم طرز تعمیر کی انتہائی خوبصورت عمارتوں میں کیا جاتا ہے۔ مزار سے متصل مسجد ہے جس میں شیشہ کاری کا کام قابل دید ہے۔

شاہ کے مقدس مزار پر چوپیں گھنٹ زارین کا ہجوم رہتا ہے۔ مزار کے احاطے میں جب درویش، فقیر اور ملک اکتواروں پر شاہ کا کلام گاتے ہیں تو روح وجہ میں آجائی ہے اور لوگ بے ساختہ قص کرنے لگتے ہیں۔

شاہ کے دم قدم کی برکت سے آزاد و خود مختار پاکستان میں بھٹ شاہ کو ایک اہم تہذیبی اور شفاقتی مرکز کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ بھٹ شاہ میں شفاقتی مرکز تعمیر کیا گیا ہے جس میں شاہ کی یادگاریں اور ان کے کلام میں بیان کی گئی داستانوں کے کرداروں کی تصویریں اور سندھ کی مخصوص گھر بیلوں کا نمونہ رکھے گئے ہیں۔ شاہ کے عرس کے موقع پر بھٹ شاہ میں ایک عظیم شفاقتی میلہ منعقد ہوتا ہے۔ ادبی مجلس، مشاعرے اور مناکروں کے علاوہ موسیقی کی محفلیں بھی منعقد ہوتی ہیں جن میں پاکستان بھر سے اور بالخصوص سندھ کے نامور مغنی اور لوک فنکار شرکت کرتے ہیں۔ بھٹ شاہ کے اس شفاقتی میلے میں پورے ملک سے لاکھوں افراد شرکت کرتے ہیں۔

بھٹ شاہ میں شاہ عبدالطیف کے مزار پر حاضری ایک ایسا روحانی تجربہ ہے جس کی یاد مدت العمر فراموش نہیں ہوتی۔

مخروم نوح

بھٹ شاہ سے صرف دو میل آگے جائیں تو آپ ہالہ پہنچ جائیں گے جہاں سندھ کے ایک اور عظیم صوفی بزرگ مخدوم محمد نوحؒ کا مقبرہ ہے۔ کراچی سے ہالہ کا فاصلہ تقریباً دو سو اخڑاہ کلومیٹر ہے۔ یہ شہر سندھ کی مخصوص اور مشہور گھر بیلوں کا مرکز ہونے کی حیثیت سے سیاحوں کی توجہ کا بھی مرکز ہے۔ لیکن مخدوم نوحؒ کے مقبرے نے اس چھوٹے سے شہر کو پورے پاکستان کے لیے ایک اہم روحانی مرکز کی حیثیت دے دی ہے۔

مخروم نوحؒ سلسلہ سہروردیہ کے بنی حضرت شیخ ابو نجیب ضیاء الدین عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ان کی طریقت کے آکری وارث تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اس طرح مخدوم نوحؒ کا تحرہ نسب چوپیں واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

چالیس سال تک ریاضت کی۔ چالیس سالہ عبادت و ریاضت کے بعد انہوں نے خوکو پے گرامی قدروالہ ماجدی جگہ سنجنگا لئے کے قابل سمجھا۔

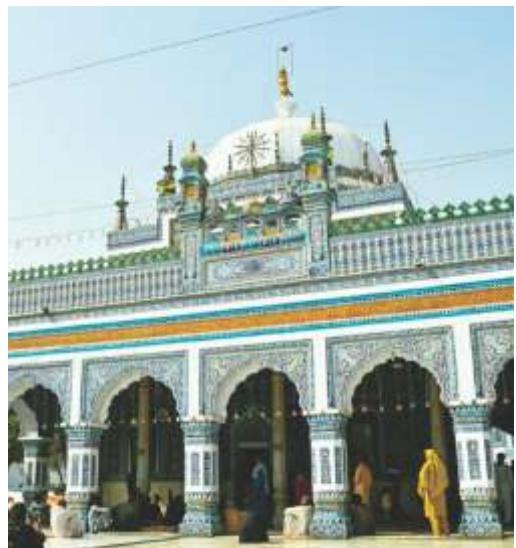
مخدوم قطب الدین کا انتقال ۱۲ اذی الحجہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء کو ہوا۔ ان کا عرس ہر سال ذی الحجہ کو ۵ تاریخ نو شروع ہو کرتین دن جاری رہتا ہے۔

ٹڈو جہانیاں، جہاں ”جہانیاں“ سلسلے کے بزرگوں کے مزارات میں حیرا آباد سے مغرب کی سمت گدھ دے کے پاس واقع ہے۔

شاہ عبدالطیف بھٹائی

شاہ بھٹائی محتاج تعارف نہیں۔ سندھ کے عظیم صوفی شاعر اور روحانی بزرگ شاہ عبدالکریم بلوی کے پوتے اور شاہ حبیب کے صاحبزادے تھے۔ ادائل عمر سے ہی ان میں بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ دنیا سے اکتا کر انہوں نے حیرا آباد اور ہالہ کے درمیان ایک صحرائی مقام پر اقامت اختیاری کی۔ اس مقام پر صحرائی ٹیلے تھے جن کو سندھی زبان میں ”بھٹ“ کہا جاتا ہے۔ یہی جگہ اب بھٹ شاہ کہلاتی ہے۔

اگر اس دور کے خیال سے بھٹ شاہ پر نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہو گا کہ شاہ کے زمانے میں یہ ریگستانی ٹیلے اور ان کے آس پاس کا علاقہ ایک بہت پر سکون، خوبصورت دلش مقام ہو گا۔



حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائی کا مقبرہ بھٹ شاہ، سندھ

کا مزار حیدر آباد سے تیرہ میل دور وہی ملوک شاہ نامی تسبیہ میں واقع ہے جو ”مکان شاہ“ کے نام سے مشہور ہے۔

ضلع لاڑکانہ

سید قاسم شاہ بخاری

آپ کا تعلق فلورڈا یہ طبقے سے تھا۔ ان کا مزار لارڈ کانہ میں واقع ہے۔

صلع دادو

حضرت محمد عثمان مرندی اعلیٰ شہزاد قلندر ر

کراچی سے دوسوں میل (۳۸۲ کلومیٹر) کے فاصلے پر سہون کا قدیم شہر واقع ہے۔ تاریخ اور علم عمرانیات کے ماہرین کی رائے کے مطابق، سہون دنیا کے ان قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر ہے جو مسلسل آباد رہے ہیں اور جن میں انسانوں کی بودباش کا سلسلہ بھی منقطع نہیں ہوا ہے۔ اس شہر کی قدامت کا اندازہ اس تاریخی حقیقت سے لگای جاسکتا ہے کہ جب سندر عظیم یورپ اور ایشیا کی پانچ سلطنتیں فتح کر کے یونان واپسی کے لیے سہون پہنچا تو یہ شہر نہ صرف آباد تھا بلکہ اس کا قلعہ اتنا ہو چکا تھا کہ سندر عظیم نے اس کی مرمت کا حکم دیا۔ سندر عظیم کے حکم پر قلعہ کی مرمت کی کی اور اس کا نام ”سندر یہ“ رکھا گیا۔ سندر کچھ عرصہ سہون میں مقیم رہا اور پھر شہر و قلعہ کی حفاظت کے لیے ایک بڑا نوجی دستے متین کر کے مکران کے راستے ایران پہنچا جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ سہون سے ہی اس کی فوج کا بڑا حصہ دریائے سندھ کے راستے، جو دنیا کے قدیم ترین آبی تجارتی راستوں میں شمار ہوتا تھا، بھری چزاں والوں کے ذریعے اسے وطن واپس گئی۔

سکندر عظیم کی سہوں میں آمد، یہاں اس کے قیام اور تعمیرات شایدی ہی کی کو یاد ہوں لیکن سہوں کو لا فانی شهرت اور عظمت کسی پادشاہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک درویش حق پرست، حضرت لعل شہباز قلندر رضیٰ وجہ سے حاصل ہوئی جنہوں نے اس شہر کو اپنی زندگی گزارنے اور بعد میں اپنی آخری آرام گاہ کے لیے منتخب کیا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمہ اللہ علی نام محمد عثمان تھا وہ آذربائیجان کے موجودہ صدر مقام تبریز کے پاس واقع قصبہ مرند کے رہنے والے تھے اور اسی لحاظ سے وہ عثمان مرندی کہلاتے ہیں۔ ان کا سن پیدائش ۷۳۵ هجری مطابق ۱۳۲۰ء
پیان کیا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے مخدوم نوچ پیدائشی ولی تھے۔ اُن کی بے شمار کرامتیں مشہور ہیں۔ مخدوم نوچ کا شمار اپنے دور کے اکابر علماء میں کیا جاتا ہے۔ مخدوم نوچ کا انتقال ۲۷ زی قده ۹۹ھ کو ہوا۔ انتقال کے وقت اُن کی عمر ۸۲ سال تھی۔

مخدوم نوچ کام مقبرہ پیر محمد زمان نے ۹۰ کے اعءے میں تعمیر کرانا شروع کیا لیکن
عمارت کی تکمیل میرفتح علی خان ناپر نے کی۔
بالہ میں مخدوم نوچ کا سالانہ عرس ہر سال ذی قعده کی ۲۷ تاریخ کو منعقد رہتا ہے۔

قدم گاہ مولانا علی اور سید عبدالوہاب جبلانی کا مقبرہ

حیدر آباد شہر کے وسط میں قدم گاؤں مولانا علی علیہ السلام قائم ہے جہاں امیر المؤمنین حضرت علیؑ کرم اللہ وحی کے بارے انقدر کاشان یقین رکھنا ہوئے۔

قدم گاہ مولانا علیٰ کے نزدیک ہی سید عبدالواہب جیلانی کا مقبرہ ہے جو پیر ان پر حضرت غوث اعظمؑ کی اولاد میں ایک مشہور بزرگ تھے۔

حضرت محمد شاہ مکی

حیدر آباد کے کچے قلعے میں حضرت محمد شاہ علیؒ کا مقبرہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد شاہ علیؒ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متولیین میں شامل تھے اور انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مکہ معظمہ میں گزارا۔ اسی لحاظ سے وہ ”مکنی“ کہلاتے ہیں۔

حضرت محمد شاہؒ کی شادی سندھ کے ایک ہندو حکمران کی صاحبزادی سے ہوئی جو مسلمان ہو گئی تھیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت محمد شاہؒ کی اور ان کی زوجہ کا انتقال ایک ساتھ ہوا اور دونوں ایک ہی جگہ دفن کئے گئے۔

حضرت شاہ کریم

حضرت شاہ عبدالکریمؒ، شاہ لطیف بھٹائی کے دادا تھے۔ ان کا مزار حیدر آباد سے جنوب میں چپاں میل دور واقع قصبه بگوڑی میں واقع ہے۔ یقین ہے شاہ کریمؒ کی نسبت سے ”بُنْوَى شَاهِ كَرِيمٍ“ کہلاتا ہے۔ شاہ نے صرف ایک جدید عالم دین اور بلند پاہی صوفی بزرگ بلکہ اپنے دور کے ایک ممتاز شاعر بھی تھے۔ ان کا

خواجہ عسید الحمدان

حضرت شیخ احمد محمد دالف ثانیؒ کی اولاد امداد میں مشہور بزرگ تھے۔ ان



حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے مقبرے کا صدر دروازہ

کہلاتے ہیں۔ قلندر ریہ طبقے کے بیو و کار، خدا کی راہ میں دنیاوی زندگی کو خیر پاد کہہ دیتے ہیں اور اپنی ساری زندگی دین حق کی تبلیغ میں صرف کرتے ہیں۔ وہ صاحبزادے امام اسٹھیل کی اولاد امجد میں ایک بزرگ سید کبیر الدین کے صاحبزادے تھے۔ آپ ۲۶۷ھ میں ملتان تشریف لائے۔ اُس وقت وہاں کا حاکم سلطان غیاث الدین بلبن کافر زندشاہزادہ محمد خان تھا جو اپنی علی پروردی اور بزرگان دین کا عزت و احترام کرنے کے لیے مشہور تھا۔ شہزادے نے حضرت لعل شہباز قلندرؒ سے ملتان میں قیام پذیر ہونے کی درخواست کی جو آپ نے قبول نہ کی۔ یاد رہے یہ وہ دور تھا جب مشہور شاعر حضرت امیر خسر و اور امیر حسن ہجری ملتان میں موجود تھے۔

(پرانی) عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت لعل شہباز شہر سہون شریف کو نہ صرف روحانی مرکز ہونے کی حیثیت حاصل ہے بلکہ تاریخی یادگاروں کے لحاظ سے بھی اس شہر کو ایک منتخب مقام حاصل ہے۔ یہاں برصغیر کے پہلے مسلمان فرمزاو، سلطان قطب الدین ایک کی تعمیر کردہ مسجد حال ہی میں برآمد ہوئی ہے۔ سہون کے پاس ہی ایک پہاڑی پر سلطان محمد تغلق کا عارضی مقبرہ موجود ہے۔ قلندرؒ کے مزار کے آس پاس ایک زمانے میں ویسی قبرستان ہوا کرتا تھا جس میں مختلف ادوار سے تعلق رکھنے والے شہزادے، شہزادیاں اور امراء مدفون تھے جنہوں نے اپنی قبریں کسی باڈشاہ کے مقبرے کے بجائے ایک درویش کے مزار کے پڑوس میں بنا کر پسند کیا۔ سہون کے پاس ہی سندھ کی قدیم جھیل تپھر واقع ہے جو دنیا میں ایک انسانی

حضرت لعل شہباز قلندرؒ ملتان سے حضرت ابوالی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں پہنچ چکے ہوئے آپ کو سندھ واپس جانے کی ہدایت کی۔ ان کے اشارے کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندرؒ سہون واپس آئے اور اب جہاں ان کا مقبرہ ہے اسی جگہ کو اپنے رہنے کے لیے منتخب فرمایا اور یہیں سے تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ نہ صرف بلند پا یہ صوفی بزرگ اور فارسی زبان کے انبیائی قادر الکلام شاعر تھے بلکہ عربی زبان اور عربی صرف و نحو (گرامر) کے بڑے ماہر تھے۔ ان کا شاعر عربی زبان کے جید علماء میں کیا جاتا ہے۔

حضرت لعل شہباز کا تعلق ”قلندریہ“ طبقے سے تھا، اسی وجہ سے وہ ”قلندر“



حضرت لعل شہباز قلندر کی آخری آرامگاہ

آبادی کی آخری مثال ہے جو پانی پر تیقی کشتوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ عقیدت کا مرکز ہے۔ ان کے سالانہ عرس کے موقع پر دنیا بھر کے لاکھوں زائرین سہون شریف آتے ہیں۔ عرس کے ایام میں سہون شریف میں شاقی تقریبات، صنعتی اور زراعتی نمائش کے انتظامات ہوتے ہیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر کے ماننے والوں میں غیر مسلم بھی ہیں۔ عرس اور ان خصوصی ایام کے علاوہ ہندو زائرین بھی بکثرت حاضری دیتے ہیں اور مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

سہون شریف کا سفر آپ کے لیے ایک یادگار سفر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس سفر میں نصف یہ کہ آپ روحانی تحریات حاصل کرتے ہیں بلکہ جدید اور قدیم تاریخ کے مختلف دور بھی آپ کے سامنے آ جاتے ہیں۔

مخروم بلاول شہید

دادو شہر کے شمال میں صرف سات میل کے فاصلے پر باغ بن کی آبادی میں بلاول شہید کی درگاہ واقع ہے۔ مخدوم بلاول مشہور صوفی بزرگ مخدوم دانیالؒ کے مرید تھے۔ مخدوم دانیالؒ کے مریدوں میں ان کے علاوہ مخدوم سحر، شیخ بھر کیا اور حیدر شاہ جیسے مشہور بزرگ بھی شامل تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندر کا مقبرہ برصغیر میں اُن لاکھوں عقیدتمندوں کی

شہادت کا ہوا تھا۔

شاہ صدر

ان کا تعلق بخاری سادات خانوادے سے تھا۔ ان کا مقبرہ تعلقہ میہر میں میہر شہر سے ۲۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔
ضلع سکھر

شاہ فرید الدین جیلانی

شاہ فرید الدین، حضرت غوث الاعظم، شاہ عبدالقار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امداد میں شمار کئے جاتے ہیں۔

شاہ فرید الدین ۱۱۹۷ کے دوران بغداد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مذہبی تعلیم مدینہ منورہ میں حاصل کی اور چودہ بارن حج بیت اللہ کی سعادت کی۔ بعد میں انہوں نے عرب، عراق، ایران اور ہندوستان کا دورہ کیا۔ ۳۲ سال کی جہاں گردی کے بعد وہ سکھ تشریف لائے اور ایک پہاڑی کے غار میں گوشہ نشیں ہو گئے۔ یہ پہاڑ آج بھی ”شاہ کی پہاڑی“ کہلاتا ہے۔ یہیں سے آپ نے رشد و ہدایت کے سلسلے جاری کئے اور بہت جلد لاکھوں عقیدت مندوں کے روحاں پیشوافر اپارائے۔

شاہ فرید الدین جیلانی کا انتقال ۲۷ رمضان المبارک ۷۲۰ھ کو ہوا۔ ان کا مقبرہ سکھر کی خوبصورت ترین عمارت قرار دی جاتی ہے۔ اس مقبرے کا گنبد گھرے نیلرنگ کا ہے اور اس پر ایک لاٹھیں آؤزیں ہے۔

سید راشد شاہ (پیر صاحب پگارا)

موجودہ شاہ مرداں پیر پگارا کے جدا علی، سید محمد راشد شاہ نے جن کا تعلق لکیاری سادات کے خانوادے سے ہے، حاجی فقیر اللہ علوی سے دینی تعلیم و تربیت حاصل کی جو شکار پور کے مشہور عالم دین تھے۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد سید راشد شاہ نے موضع رحیم ڈیونو پنځع سکھر کو اپنا مستقر بنایا اور تبلیغ دین حق کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے قائم کئے ہوئے سلسلہ طریقت کے پیر کار بعد میں ”حر“ کہلاتے ہے جو اپنے روحاں پیشوائے عقیدت اور محبت کے لئے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ سید راشد شاہ کی اولاد امداد ”راشدی“ کہلاتے ہیں اور یہ خاندان بر صغیر میں مشہور ہے۔ سید راشد شاہ کے انتقال کے بعد ان کے جانشین حضرت سید حزب اللہ شاہ پیر پگارا ثالثؒ نے ان کے مقبرے کو اپنی قیام گاہ پیر جو گوٹھ (ضلع خیر پور) منتقل کیا۔

پیر سید راشد شاہ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال رجب المرجب کی ۷۶

سہون شریف سے پہلے کی کام مشہور قصبه آباد ہے اس قصبه کا اصلی نام ”لک سادات علوی“ ہے، بیہاں سادات علوی کے قدیم خاندان آباد ہیں۔ ان کے بزرگ شاہ صدر بن سید محمد ایک مشہور بزرگ تھے۔ ان کا شمار اپنے دور کے عظیم مشائخ اور صوفیاء میں ہوتا ہے۔ ان کی ہی اولاد امداد میں راشدی سادات کا طبقہ ہے جس میں شاہ مرداں پیر پگارا اور پیر جنڈا اور مشہور ہیں۔ جب عمل شہباز قلندر ہیون آئے تو انہوں نے شاہ صدر سے ملاقات کی تھی۔

شاہ صدر کے مقبرے سے تقریباً دو میل دور پہاڑی پر شاہ صدر گی چله گاہ ہے۔ اس کے پاس میں ایک پتھر پر حضرت علی کرم اللہ وجہ کے قدم شریف کا نقش ہے۔ کلی کے عقب میں اسی نام کے پہاڑی سلسلے میں ایک اور اہم مقام ”دھاران“ ہے یہ بلندی پر واقع گنبد ہک کے پانی کا چشمہ ہے جس میں امراض جلد میں بیتلاؤگ غسل کر کے صحت یاب ہوتے ہیں۔

سکندر شاہ بودلوج

سکندر شاہ بودلوج، اعلیٰ شہباز قلندر کے مرید تھے۔ مشہور ہے کہ سہون کے ایک ظالم قصائی نے ان کو ذبح کر کے، ان کا گوشت فروخت کر دیا جب عمل شہباز قلندر کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے قصائی کو طلب کر کے سکندر شاہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ سکندر شاہ فوراً ان کے سامنے آگئے۔ قلندر نے قصائی کو بددعاوی کہ تیری اولاد اور کوڑھ کے شانوں کے ساتھ پیدا ہوا کرے گی۔ اب تک سہون میں اس قصائی کی اولاد موجود ہے اور ان کی نشانی یہی ہے کہ ان کے بدن پر کوڑھ کے نشان ہوتے ہیں۔ سکندر شاہ بودلوج، قلندر شہباز سے کھری عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور جہاں وہ دوسرے بزرگوں کے ساتھ بیٹھتے تھا اس جگہ کو اپنی داڑھی سے جھاڑو دے کر صاف کرتے تھے۔

نینگ شریف

نینگ ایک پہاڑی چشمے کا نام ہے جو سہون کے پاس، ضلع جوہی کے کوہستان میں پچر جھیل کے دوسرے کنارے کے پاس واقع ہے۔ بیہاں پانی کے چشمے کے علاوہ باغات بھی ہیں جو حضرت مولا علی کے نام سے منسوب ہیں۔ یہ ایک سرسبز و شاداب اور پرضباء مقام ہے جو زائرین سہون شریف آتے ہیں نینگ ضرور آتے ہیں۔



سادھ پیلہ قدیم ہندو زیارت گاہ، سکھر

ضلع خیر پور

حضرت پھل سرمست

ابھی سچل سرست صرف چھ سال کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے حافظ عبد اللہ قریشی سے دینی تعلیم حاصل کی اور اپنے بزرگ بچپا میاں عبدالحق سے، جو ان کے سر بھی تھے، روحانی تربیت حاصل کی۔ سچل سرست کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ان کی بیوی کا انتقال شادی کے دوسال بعد ہو گیا۔

حضرت پچل سرمست سراییکی، سندھی، اردو اور فارسی کے بہت بڑے شاعروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ وہ بہت سی زبانوں پر قدرت رکھتے تھے۔ شاعری میں اُن کا مقام شاہ بھٹائی کے بعد سندھ کے سب سے بڑے شاعر کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا کلام سولہ جلدیوں میں مرتب کیا گیا۔ ان کے مریدوں اور شاگردوں میں بھی بہت سے نامور بزرگ شامل ہیں۔

حضرت پچھلی سرمست کا انتقال ۱۴رمضان المبارک ۱۲۳۲ھ کو ہوا۔ ان کا عرس ہر سال رمضان کی ۱۲، ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو منعقد ہوتا ہے جس میں لاکھوں

تاریخ کو شروع ہو کر تین دن جاری رہتا ہے۔ عرس مبارک کے موقع پر جو لاکھوں کی تعداد میں حاضری دے کر انہیں عقیدت کرتے ہیں۔ حروف کے علاوہ پورے پاکستان سے رائے گین کی برع تعداد بیجی چوٹکھ آتی ہے۔

فاضل شاہ

سید غافل شاہ کا تعلق بھی جیلانی سادات کے طبقے سے ہے۔ ان کا مزار ضلع کھر میں گھوسر جی کے پاس ہے۔ ان کے مقبرے پر دماغی امراض میں بتلا لوگ لائے جاتے ہیں جو ان کی روحانی توجہ سے شفایاں ہوتے ہیں۔

نامہ روشاد

یہ بھی سادات جیلانی کے طبقے سے ایک مشہور بزرگ ہیں۔ ان کا مزار گھوکی میں ہے۔ غالباً اسی نسبت سے گھوکی کا پرانا نام ”ناہروشاہ کی حوالی“ مشہور تھا۔

مسارک شاہ

گھوکی سے تقریباً چار میل دور عدل پور میں سید مبارک شاہ کا مزار ہے جو سادات جلانی کے طبقے میں اُنکا نام بوزرگ تھے۔

ہندو مذہب کے مقدس مقامات

کالکاں

کالی دیوی کا مندر جونا معلوم و قتوں سے ہندو مذہب کے ماننے والوں کی زیارت گاہ ہے۔ یہ مندر اروڑ کے قلعے کے پاس ایک ٹیکری کے اندر واقع ہے۔ اروڑ راجہ داہر کا دارالحکومت تھا اور موجودہ تعلقہ روہی میں شامل ہے۔

سادھ بیلہ

سکھر اور روہڑی کے درمیان دریائے سندھ میں سادھ بیلہ نامی جزیرہ اور قدیم ہندو زیارت گاہ ہے۔ یہاں زمانہ قدیم میں ہندو مذہب کے بزرگ سادھو، رشی اور منی رہتے تھے۔ ان کی قیام گاہ بھی موجود ہے۔ جس کی دلواروں پر نمایہ قسم کی تصویر س بنائی گئی ہے۔

سادھے بیلہ میں ایک خوبصورت مندر بھی ہے جو سفید سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ سادھے بیلہ کی زیارت کے لیے ہر سال ملک اور بیرون ملک سے بڑی تعداد میں ہندو روازین آتے ہیں اور اس مقدس جزیرے میں مقیم ہو کر عادت و رواضحت کے ذریعے روحاںی مکون حاصل کرتے ہیں۔

حکومت کرنے کا درجہ حاصل کر لیا۔ ان مشہور صوفی بزرگ کا مقبرہ خیر پور سے اٹھارہ میل دور ایک پہاڑی کی چوپی پر واقع ہے۔

عقیدت مند شریک ہوتے ہیں۔ ان کا مقبرہ ”درازہ“ میں واقع ہے جو خیر پور سے ۳۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

ضلع نواب شاہ

سید اصغر علی شاہ (جام داتر)

ضلع نواب شاہ کے مشہور صوفی بزرگ تھے۔ ان کا اصلی نام اصغر علی شاہ تھا لیکن وہ آج تک جام داتر کے نام سے مشہور ہیں۔ ضلع نواب شاہ میں ان کا مزار زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔

ضلع بدین

خواجہ محمد زمان

لواری شریف کے مخدوم مشہور ولی اللہ خواجہ محمد زمان اپنے دور کے جید عالم دین اور مرشد راہ طریقت تھے۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد آج بھی لاکھوں سے تجاوز کرتی ہے۔ ان کا مزار بدین شہر سے آٹھ میل دور لواری شریف میں واقع ہے جہاں ہر سال ان کے عرس کے موقع پر عقیدت مندوں کی کثیر تعداد حاضری دیتی ہے۔

سید سمن سرکار

سلسلہ قلندریہ کے مشہور بزرگ تھے جن سے بے شمار کرامتیں منسوب ہیں۔ سید سمن سرکار کی ساری زندگی حالت جذب میں گزری۔ ان کا مقبرہ ضلع بدین کے قصبه بنگر یونی میں واقع ہے۔

ضلع سانگھڑ

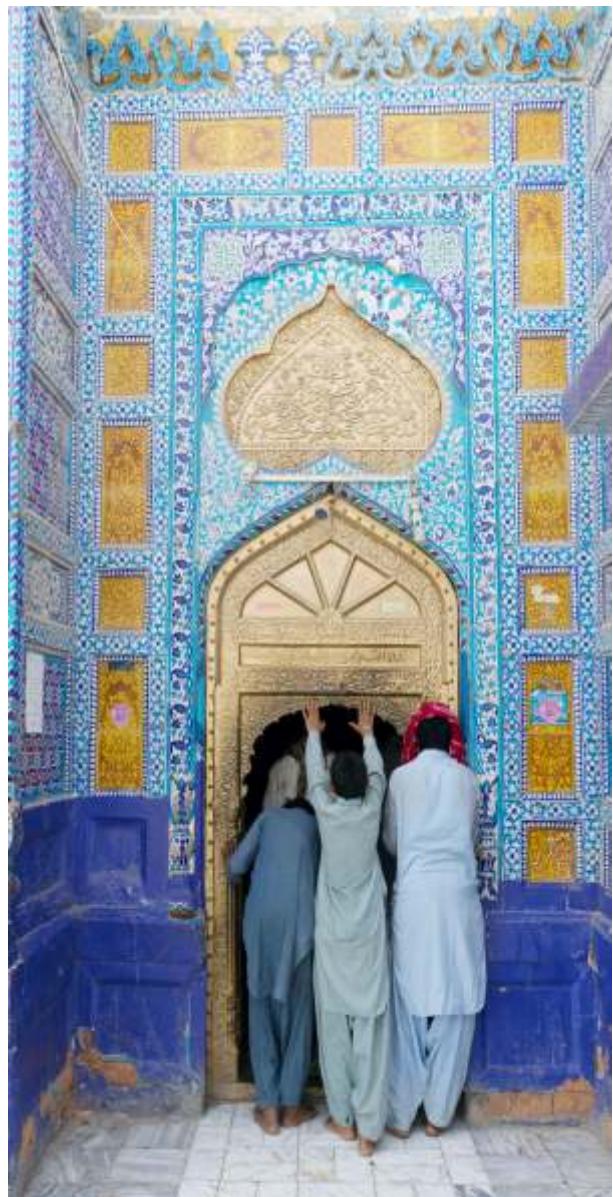
مخدوم شہید عبدالرحیم گروڑی

گیارہویں صدی ہجری کے مشہور و معروف ولی اللہ، مخدوم عبدالرحیم صاحب شریعت و طریقت بزرگ تھے جو اپنے علمی تحریر کے علاوہ زہد و تقویٰ کے لیے بھی مشہور تھے۔ صحراۓ قھر میں اسلام ان کے ہی ذریعے پھیلا۔ شاہ عبدالرحیم سندھی زبان کے بلند پایہ شاعر تھے اور ان کا کلام آج بھی سندھ کے عوام میں مقبول ہے۔

شاہ عبدالرحیم کا مقبرہ گروڑ شریف، تعلقہ کھپر و میں واقع ہے۔

مائی سوتھی اور مہینوال

بر صغیر میں روحانی محبت کے مشہور داستان کے مرکزی کردار جن کے بارے میں شاہ اطیف کا کلام مشہور ہے۔ مائی سوتھی کا مزار شہداد پور کے پاس



حضرت سچل سرمست کے مقبرے کا صدر دروازہ

سلطان ابراہیم ابن ادہم

سلطان ابراہیم ابن ادہم، بلخ و بخارا کے بادشاہ تھے۔ انہوں نے راہ خدا میں تخت و تاج کو خیر باد کہہ کر درویشی کا راستہ اختیار کیا اور لوگوں کے دلوں پر

اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور اس کو سال بھر جین مت کے ماننے والوں کے لیے عبادت اور زیارت کے لیے کھلا کھا جاتا ہے۔
بوڈیسر کا مندر

تھر پارک میں جیں مت کے ماننے والوں کی تعداد زیاد ہے۔ ان کا ایک اور مشہور قدیم اور تاریخی مندر نگر پارک کے پاس بوڈیسر کے گاؤں میں واقع ہے۔ بوڈیسر ایک تالاب کا نام ہے جس کو روایت کے مطابق بھودا پر امار نے تعمیر کرایا تھا۔

بوڈیسر مندر کے اندر دیواروں پر بننے ہوئے نقش و نگار اور تصویریں اب تک محفوظ ہیں۔ بوڈیسر کے مندر کے پاس چند اور قدیم عمارتیں موجود ہیں جن میں جیں مت کے بزرگوں کے رہنے کی ایک عمارت اور ایک مسجد بھی شامل ہے جو سلطان محمود بیگڑہ کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔



بوڈیسر کا مندر، ناکٹ

صوبہ پنجاب

ضلع بہاولپور

اوچ شریف

بر صغیر کی اسلامی تاریخ میں اوچ شریف کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اوچ، دریائے تلچ کے جنوبی کنارے پر، ستح اور چناب کے سغم کے مقابل، بہاولپور سے اٹھیں میل دور ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے۔ اگرچہ آج کل اس کی

واقع ہے جب کہ مہینوال کی قبر شہزاد پور شہر کے اندر بنی ہوئی ہے۔ شہزاد پور آنے والے ان دونوں کی قبروں پر فاتح خوانی کے لیے ضرور آتے ہیں۔
ضلع شکار پور

محمد و م عبد الغفور ہما یوئی

چودہویں صدی ہجری کے ادائیں دور کے مشہور علماء میں، ماہر لسانیات اور منقاد محمد عبد الغفور کو بجا طور پر اپنے وقت کا "غنوٹ" کہا جاتا ہے۔ ان کا شمار بھی سندھی زبان کے بلند پایہ شعراء میں کیا جاتا ہے جن کا کلام آج بھی مقبول ہے۔ محمد و م عبد الغفور کا مزار جیکب آباد، شکار پور شاہراہ پر ہما یوں شریف میں واقع ہے اور زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔

ضلع تھر پارک

سید رضی شاہ لکیاری

شاہ صدر لکیاری کی اولاد میں مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا تعلق طبقہ قلندر یہ سے تھا۔ وہ اپنے وقت کے جید عالم تھے اور اپنی زندگی کے پریشانیں انداز کے لیے مشہور تھے۔ ان کے اصل میں ایک وقت میں ایک سو صارفار قار گھوڑے بندھے ہوتے تھے۔

سید رضی شاہ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کو تھر کا "سونی ہادشاہ" بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا مزار ضلع تھر پارک کے شہر نوکوٹ سے ڈھانی میل کے فاصلہ پر ٹھٹھی جانے والے راستے پر آج بھی عام زیارت گاہ ہے۔

جیں مت کے مقدس مقامات

گوری کا مندر

تھر پارک میں دیراواہ (یادیروال) سے چودہ میل شمال میں گوری کا قدیم جیں مندر واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مندر میں ایک بت تھا جو آپ سے آپ غائب ہو گیا۔ اس بت کی بھنوؤں کے درمیان ایک بیش بہاہیر الگا ہوا تھا جب کہ اس کے سینے پر بھی دو قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ یہ بت مندر کا پروہست اپنے ساتھ دیراواہ لے گیا جہاں وہ اس کو پوشیدہ رکھتا تھا اور صرف خاص خاص موقعوں پر اس کا دیدار کر کے زارین سے بھاری مذرانہ وصول کرتا تھا۔ یعنی شاہدؤں کے مطابق اس مشہور بت کی آخری زیارت ۱۸۲۵ء میں کرائی گئی تھی۔ سـ۱۸۲۳ء میں پروہست کا اچانک انتقال ہو گیا اور اس نے بت کو کہاں چھپایا تھا۔ یہ ازاب تک نہ کل سکا ہے۔

اگر گوری کا مندر کافی خست حالات میں ہے لیکن اپنی نوعیت کے مخصوص فن تعمیر کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ حکومت پاکستان کے حملہ آثار قدیمه نے اس مندر کو

آج بھی اوج شریف میں جن بزرگوں کے مقابر و مقبرے موجود ہیں وہ اس شہر کی روحانی عظمت کی دلیل ہیں۔ ان بزرگوں میں حضرت محمد بہادر حمید، محمود جہانیاں گشت اور بی بی جیوندی کے مقابر پر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اوچ شریف میں سب سے قدیم درسگاہ شیخ سیف الدین غزروٹی کا مقبرہ ہے جو پہلے مسلمان بزرگ ہیں جنہوں نے اوج شریف کو اپنا مسکن بنایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا مقبرہ برصغیر میں کسی بھی مسلمان کا پہلا مقبرہ ہے۔

مخدوم شمس الدین اور مخدوم نوہ بہار بالترتیب جیلانی اور بخاری سادات کے خانوادوں کے سجادہ نشیں ہیں۔ مخدوم شمس الدین کا تعلق سُنی کتب فکر ہے جب کہ مخدوم نوہ بہار شیعہ ہیں۔ اوج شریف میں بزرگان دین کے عرس کے موقع پر برصغیر سے ہزاروں لاکھوں عقیدتمند حاضری دیتے ہیں۔ اوج بخاری سادات کے سجادہ نشیں کے پاس قدیم تبرکات کا پورا خزانہ ہے۔ ان تبرکات میں۔

- ۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس عمامہ
- ۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارکہ
- ۳۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی تواریخ، مصاص
- ۴۔ غوث الاعظم کی گلہ
- ۵۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا عمامہ اور عبا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح سادات جیلانی کے سجادہ نشیں کے پاس بھی مذہبی تبرکات کا پورا خزانہ ہے جس میں:

- ۱۔ نقش پاۓ اقدس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ۲۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے دست مبارک کے لکھے ہوئے قرآن شریف کے پارے اور
- ۳۔ حضرت اولیس قرنی رضی اللہ عنہ کا دندان مبارک بھی شامل ہیں۔

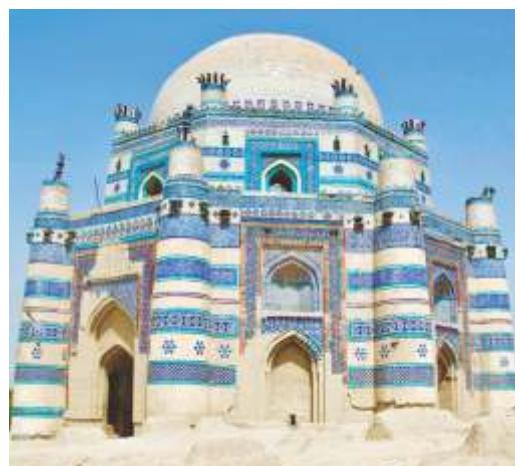
سید جلال الدین منیر شاہ (سرخ بخاری)

ہر جگہ رات کو عقیدتمند اوج شریف میں حضرت سید جلال الدین منیر شاہ سرخ بخاری کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ ان کو مختلف ناموں، القاب اور خطابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے مشہور ناموں میں شیر شاہ، میر سرخ، شریف اللہ، ابوالبکات میر بزرگ، محمود اعظم، جلال اکبر اور عظیم اللہ بھی شامل ہیں۔

حیثیت ایک چھوٹے سے قبصے سے زیادہ نہیں ہے لیکن ایک وقت تھا جب یہ رائے خاندان کے ہندو راجاؤں کا صوبائی مستقر اور سلطان ناصر الدین قباقچہ کا دارالکوہ متھا تھا۔ اوج شریف کی اصل عظمت اس کے سیاسی پس منظر میں نہیں بلکہ اس کی روحانی پیش مظہر میں ہے۔ یہ شہر بزرگان دین، اولیاء اللہ، اکابر علماء اور سادات عظام کے مشہور خاندانوں کا مسکن رہا ہے اور آج بھی ہے۔ اور اسلام سے پہلے آریہ دور میں یہ شہر موجود تھا اور یہاں سورج دیوتا کے متعدد مندر تھے۔

برصغیر میں اسلام کی آمد کے بعد اوج شریف کو مسلمانوں کے ایک اہم علمی مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی اور یہاں بے شمار دینی مدارس قائم ہوئے۔ اوج کو سادات کی آبادی ہونے کا شرف حاصل رہا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں اوج جیلانی سادات اور اوج بخاری سادات کے محلے آج بھی موجود ہیں اس شہر میں مغل بھی رہتے تھے اور ان کا علاقہ اوج مغلان کہلاتا تھا۔

اوچ جیلانیاں کے بانی سید سیف الدین غزروٹی تھے جبکہ اوج بخاری کو سید جلال الدین سرخ بخاری نے قائم کیا تھا۔ یہ دونوں بزرگ اوج شریف میں رہتے تھے اور انہوں نے ہزاروں لاکھوں افراد کی دینی اور روحانی تربیت کی۔ سید جلال الدین سرخ بخاری نے اوج میں سہ روڈی طریقے کی بنیاد رکھی۔ اوج کو مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا مسکن ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ اسی طرح سید محمد غوث جیلانی علی بھی بیکیں رہتے تھے جنہوں نے سلسلہ قادریہ میں بیعت لی اور بیکیں سے سلسلہ قادریہ نہ صرف برصغیر کے طور و عرض میں بھیل گیا بلکہ اس کے سلسلے میں ملائشیاء اور انڈونیشیا کے رہنے والے بھی مرید ہوئے۔



ماں جیوندی کا مقبرہ، اوج شریف

وقت عبادت اور ریاضت میں گزارا۔

بر صغیر والپس آ کر آپ نے جھنگ سیال کا شہر آباد کیا اور وہاں ایک خانقاہ بھی تعمیر کی۔ مشہور کے ہے آپ ایک بارا پنچ چربے کا دروازہ بند کر کے کہیں باہر تشریف لے گئے تو آپ کے شاگردوں نے بند چربے سے اسائے حسن کا ذکر سنایا۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس پیالے سے آپ پانی پیتے تھے وہ تلاوت و تسبیح کر رہا تھا۔

سید جلال الدین بخاری (جہانیاں جہاں گشت^۱)

آپ سید میر شاہ جلال الدین میر سُرخ بخاری کے پوتے تھے۔ آپ ۶۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور سلسلہ سہروردیہ میں بیت کی۔ آپ نے کثیر تصنیف کیا اور جہانیاں جہاں گشت کا مشہور ہوئے۔ کہتے ہیں کہ آپ کچھ عرصہ دلی میں سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت نصیر الدین شاہ چاغ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ آپ کا انتقال ۱۳۸۳ھ میں ہوا۔
۱۳۸۳ھ میں زیارتیں کیں اور مدینہ نبوی میں کچھ عرصہ مقیم بھی رہے۔ اور اپنا سارا منایا جاتا ہے۔



سید جلال الدین سُرخ بخاری^۲ کے مزار کا اندر وہی جگہ

حضرت سُرخ بخاری^۳ کی روحانی عظمت کا اندازہ صرف اس ایک بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت^۴ کے دادا ہیں۔ آپ ۹۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور مخدوم شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے عراق و چجاز، فلسطین اور مدینہ منورہ میں زیارتیں کیں اور مدینہ نبوی میں کچھ عرصہ مقیم بھی رہے۔ اور اپنا سارا



مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا مقبرہ

ہے۔ جہاں کے باشندے چارے اور پانی کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ سکونت بدلتے رہتے ہیں اور خانہ بدوشوں جیسی زندگی گزارتے ہیں۔



مقبرہ چنگز پیر

صرحائے چولستان کے وسط میں مندوم جہانیاں جہاں گشت کے ایک مرید چنگز پیر کا مقبرہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چنگز پیر کی پرورش بہت غریبانہ حالات میں ہوئی تھی۔ انہوں نے شادی نہیں کی البتہ ان کے سات بھائیوں کی اولاد اب بھی موجود ہے اور یہ لوگ ”چنگز“ کہلاتے ہیں۔ چودھویں کی رات کو ان کے مزار پر عقیدت منداٹھے ہوتے ہیں۔ ان کے مزار پر جو میلہ لگتا ہے اسے چنگز پیر کا میلہ کہا جاتا ہے۔ اس میلے میں شرکت کے لیے صحرائے چولستان کے دور دراز علاقوں سے عقیدت منداٹھوں پر سوار ہو کر قافلوں کی صورت میں آتے ہیں۔ چنگز پیر کا یہ سالانہ عرس مارچ کے اوائل میں ہوتا ہے۔ مقابوں کا کہنا ہے کہ چنگز پیر کی زیارت پر حاضری سے بچوں کی حفاظت ہوتی ہے۔

ضلع ڈیرہ غازی خان

سید احمد سلطان (سخنی سرور)

غزوی دور کے مشہور ولی اللہ اغاری کامل سید احمد جو سخنی سرور کے لقب سے مشہور ہیں، ڈیرہ غازی خان سے کچھ فاصلے پر اپنے نام پر موسوم ایک آبادی میں مدفن ہیں۔ ان کے والد عرب سے بھرت کر کے ملتان میں آپا ہوئے۔ سخنی سرور کے عقیدت مندوں میں ہندو اور مسلمان دونوں ہی شامل ہیں۔ ان کا انتقال ملتان کے پاس شاہ کوٹ کے مقام پر ۱۸۱۴ء میں ہوا۔ انہیں موجودہ آبادی سخنی سرور میں دفن کیا گیا اور ان کی قبر پر مقبرے کی خوبصورت قمیر کی گئی۔

حضرت سخنی سرور کے مقبرے کی عمارت طرز تعمیر کے لحاظ سے اسلامی

مقبرہ ملوك شاہ

حضرت ملوك شاہ کا شمار بہاولپور کے بزرگ اولیاء میں کیا جاتا ہے جہاں ان کے عقیدت مندوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ ان کا مقبرہ بہاولپور شہر میں ہے۔ جہاں ہر جمعرات، عیدین اور یوم عاشورہ کے دن ہزاروں عقیدت مند حاضری دیتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ ان کے مزار پر ہر سال میلہ بھی لگتا ہے۔

مسافرخانہ

بہاولپور شہر سے تمیں میل کے فاصلے پر مسافرخانہ واقع ہے جہاں قدیم زمانے کے بزرگوں کے سات مقبرے ہیں۔ یہ بزرگ ”علیٰ اصحاب“ کہلاتے ہیں۔ ان ہی کی نسبت سے اس گاؤں کو ”علیٰ اصحاب“ بھی کہا جاتا ہے۔ ان ہفت مقابر پرمی کے میئے میں ایک چھوٹا سے میلہ لگتا ہے جب کہ جون کے میئے میں تین جمouوں کو زائرین متواتر فاتحہ خوانی کے لئے آتے ہیں۔

بہاولپور کی دوسری زیارت گاہیں

چشتیاں میں خواجہ نور محمد کا مزار ہے جو ”قبلہِ عالم“ بھی کہلاتے ہیں۔ بہاولپور سے تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر حضرت محکم دین کا مقبرہ ہے جن کو ”صاحب ایسر“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ بہت سفر کرتے تھے۔ چاچڑا میں خواجہ نور محمد نام کے ایک اور بزرگ کا مزار واقع ہے۔

بھٹٹہ واباں

بھٹٹہ واباں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس موضع میں ابو الفضل اور فیضی پیدا ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ ”سکی“ کی جائے پیدائش بھی میں بتائی جاتی ہے۔ مقامی روایت کے مطابق اگر اس گاؤں میں ایک مخصوص مقام پر عورت کے پچ پیدا ہو تو وہ پچ بڑھ کر لا زماں عالمہ ابو الفضل اور فیضی جیسی شہرت حاصل کرے گا۔ بہرحال اس گاؤں میں کوئی شخص بھی یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ مخصوص جگہ کون سی ہے۔

چولستان

چنگز پیر

بہاولپور سے تمیں کلو میٹر دور چولستان کا صحراء واقع ہے جسے مقامی باشندے ”روہی“ کہتے ہیں۔ چولستان اپنی جدا گانہ تہذیب و ثقافت کا مالک

سلطنت کے دور کی تعمیرات کا نامونہ ہے۔

جاتا ہے۔ ملتان ہمیشہ سے روحانی عقیدتیوں اور مذہبی تعلیمات کا مرکز رہا ہے۔ بر صغیر میں اسلام کی آمد سے پہلے ملتان ہندو مذہب کا ایک اہم مقام تھا، یہاں قدیم دور کے مندر آج بھی موجود ہیں۔ روایت کے مطابق بھگت پر ہلاکو اسک میں جلانے کی کوشش اسی شہر میں کی گئی تھی جس کی یاد میں آج تک ہوئی کا تہوار منایا جاتا ہے۔

سنده کی فتح کے بعد جب محمد بن قاسم نے ملتان کا شہر فتح کیا تو اسے مسلمان صوفیائے کرام کی توجہ حاصل ہوئی اور اسلامی دنیا کے مختلف علاقوں ملتان آ کر مقیم ہو گئے۔ ملتان عرصہ دراز تک مختلف مسلمان حکمرانوں کا پایہ تخت رہا۔ حتیٰ کہ محمد بن قاسم کی فتوحات کے تقریباً آٹھ سو سال بعد محمود غزنوی اس شہر کو اپنی سلطنت میں شامل کیا تو یہاں اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

ملتان کو ولی اللہ اولیاء اکرام کی سرزین کہا جاتا ہے۔ یہاں متعدد نامور بزرگان دین کے مزارات ہیں جن میں حضرت بہاؤ الدین ذکریاں ان کے پوتے شاہ رکن عالم، حضرت شمس الدین سبزواری اور حضرت شاہ جمال خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

محمد بن بہاؤ الدین ذکریا ملتانی

محمد بن بہاؤ الدین ذکریا کے آباء اجداد مکہ معظمه سے بھرت کر کے پہلے سنده آئے اور ۵۵ یہ میں ملتان آ کر آباد ہوئے۔

محمد بن بہاؤ الدین ذکریا ۱۸۲۴ء میں ملتان کے پاس کوٹ ارڈر میں متولد ہوئے۔ ابھی آپ بارہ سال کے ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے بچپن میں ہی قرآن حفظ کر لیا تھا اور میڈن ہبی تعلیم کے لیے آپ نے خراسان، بلخ و بخاراء، بغداد اور مدینہ منورہ کا سفر کیا اور وہاں کے جیگی علماء سے علوم اسلامی کی تحصیل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے فریضہ حج ادا کیا اور بیت المقدس تشریف لے گئے جہاں انہوں نے اس دور کے جیگی علماء اور مذہبی لوگوں سے ملاقا تیں کیں۔ بعد میں انہوں نے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی بیعت کی اور ان کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ اپنے مرشد کی پڑا یت پر آپ ملتان واپس آئے اور اشاعت اسلام کے فریضہ کی ادا میگی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی ہی معرفت بر صغیر میں سلسلہ سہروردی رانج ہوا اور لوگ جو ق در جو ق آپ کے حلقة عقیدت میں شامل ہونے لگے۔

محمد بن بہاؤ الدین ذکریا ملتانی بر صغیر کے نامور ترین عالم، صوفی، عارف

مقبرے کے احاطے میں نذر نیاز کا کھانا پاکنے کے لیے قدیم زمانے کی دو دیگر کلی ہوئی ہیں ان کو مختلف دہاتوں کے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنایا گیا ہے۔ یہ دیگر جن چلہوں پر پکائی جاتی ہیں وہ بہت چھوٹے چھوٹے ہیں اور ان میں معمولی سے آگ جلانے سے دیگر پک جاتی ہیں۔ یہ دیگر قدیم دور کی صنعت طرف سازی کے شاہکار ہیں اور ان کو ان ہی اصولوں کے مطابق مختلف دہاتوں کے ٹکڑوں سے بنایا گیا ہے جن کے مطابق موجودہ دور کے خلافی ششل کے یہ ورنی ڈھانچے کو بنایا گیا ہے۔

حضرت حق سروڑ کے مزار پر ہر وقت عقیدتمندوں کا ججموم رہتا ہے۔ ان کا مقبرہ ایک پہاڑی کے دامن میں روکوئی کے کنارے تعمیر کیا گیا ہے۔ زائرین اس پہاڑی کی چوٹی پر بھی جاتے ہیں جس کا راستہ بہت دشوار اور خطرناک ہے۔

حضرت حق سروڑ کا سالانہ عرس اگست کی ۲۹ تاریخ کو ہوتا ہے اس عرس میں شرکت کے لیے سیاکلوٹ سے ان کے عقیدت مند جلوں کی صورت میں پیدل چلتے ہوئے مقبرے پر حاضر ہوتے ہیں۔ سیاکلوٹ سے ڈیرہ غازی خان کا پیدل سفر کرنے میں کئی ہفتے الگ جاتے ہیں۔ حضرت حق سروڑ کے عرس کے موقع پر گھوڑوں اور موشیوں کا روائی میلہ بھی ہوتا ہے۔

خواجہ فرید

مٹھن کوٹ کے حضرت خواجہ فرید گنھٹ کے رہنے والے تھے، جہاں سے نقل سکونت کر کے وہ چاچہ اں شریف آ کر آباد ہوئے۔ کچھ عرصے بعد انہوں نے پھر نقل سکونت کی اور دریائے سنده کے دائیں کنارے مٹھن کوٹ کی آبادی میں مقیم ہو گئے۔

خواجہ فرید کا تعلق سلسلہ چشتیہ سے تھا اور ان کا شماراپن وقت کے اکابر بزرگان دین میں کیا جاتا ہے۔ مذہبی اعتبار سے ان کی مسلمہ بزرگی کے علاوہ ان کی شہرت سندھی اور سرا نگی زبانوں کے عظیم شاعر کی بھی ہے، جن کی کافیان آج تک سنده، پنجاب اور بہاولپور میں زبان زدہ خاص و عام ہے۔

صلع ملتان

ملتان شہر

ملتان کا شمار بر صغیر کے قدیم ترین اور مسلسل آباد شہروں میں کیا

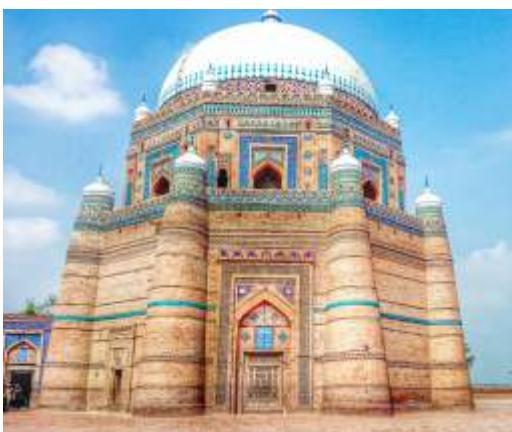
مقبرے کی محابوں اور طاقوں میں جو آیات قرآنی، اشعار اور اقوال کاشی میں نقش ہیں وہ اپنے دور کی خطاطی کا بہترین نمونہ ہیں۔ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ساری زندگی اسلامی علوم و فون کی ترویج و اشاعت میں صروف رہے، ان کے بعد ان کا مقبرہ بھی اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد اسلام کی اعلیٰ روایات کا مرقع بننا ہوا ہے، جس سے ان کے دور اور آج کے انداز و حالات کا بڑا چھا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کا عرس ہر سال صفر المظفر کی ۲۷ تاریخ کو منعقد ہوتا ہے جس میں بر صیر اور یروںی ممالک سے لاکھوں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔

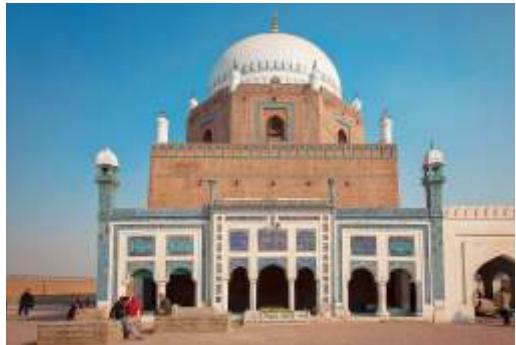
ابوالفتح رکن الدین، شاہ رکن عالم

حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے پوتے اور شیخ صدر الدین کے صاحبزادے، اپنے وقت کے اکابر علمائے اسلام میں شمار ہوتے ہیں۔ شاہ رکن عالم کو دینی حیثیت کے علاوہ جو مسلمہ ہے اُس دور میں سیاسی اہمیت بھی حاصل تھی۔ تغلق دور حکومت میں جب ابن بطوطة ملتان آیا تو آپ ملتان میں موجود تھے۔

شاہ رکن عالم کا خوبصورت اور شاندار مقبرہ ہے جسے دنیا میں اسلامی طرز تعمیر کا بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے، سلطان غیاث الدین تغلق نے تعمیر کرنا شروع کیا تھا لیکن اس کی تکمیل سلطان محمد تغلق کے دور میں ہوئی۔ اس خوبصورت اور شاندار عمارت کا ان دور میں قطر اکیا ون فٹ نوچ ہے۔ اسے سُرخ اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے اور اس کی یروںی آرائش میں کاشی کے نائل اور تختیاں استعمال ہے۔



حضرت شاہ رکن عالم کا مقبرہ، ملتان



مقبرہ حضرت بہاؤ الدین ذکریا، ملتان

بِاللَّهِ أَوْ مُؤْمِنِ كَاملٌ تَحَقَّقَ جَنَّ ذَاتِي أَوْ شَخْصِي أَثْرَ نُفُوذَ نَهَى صِرَافَ بِرْ صِيرَمِ مِنْ تَعْلِيمَاتِ إِسْلَامِيِّيِّيْمَ كَوْعَامِيْكَيَا بِلَكَسِ مَلَتَانِيْكَوْ پُورَے بِرْ صِيرَمِ مِنْ مُسْلِمَانُوْنَ كَعْلَمِيْ مَرَكَزِ كَادِرْ جَدِّ دَوَاهِيَا۔ ان کے عقیدت مند اور مرید بر صیرم کے باہر عرب، عراق، شام تک پھیلے ہوئے تھے اور آج بھی ان ملکوں میں ان کے عقیدت مند موجود ہیں۔

مخدوم، بہاؤ الدین ذکریا، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے قربی دوست اور ساتھی تھے اور بابا گنج شکر کے ساتھ انہوں نے کافی وقت گزارا۔

آپ کا انتقال ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۴۲ء میں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے گجرے میں عبادت میں مصروف تھے کہ کسی نے ایک لفافہ آپ کے صاحبزادے کو اس ہدایت کے ساتھ دیا کہ اسے مخدوم، بہاؤ الدین ذکریا ہی کھول سکتے ہیں۔ انہوں نے لفافہ اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ مخدوم نے لفافہ کھولا، اس میں جو رقمہ رکھا تھا، اسے کھول کر دیکھا اور پڑھنے کی کوشش کی، آپ کی زبان سے صرف اللہ ہی ادا ہوا تھا۔ آپ نے جان جان آفریں کے سپر کر دی۔ افاللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی اولاد امجاد میں آپ کے صاحبزادے شیخ صدر الدین اور ان کے صاحبزادے ابوالفتح رکن الدین جو شاہ رکن عالم کے نام سے مشہور ہیں، آپ کے جانشین ہوئے اور مذہب و روحانیت کی اس شمع کو فروزان رکھا جو مخدوم نے روشن فرمائی تھی۔ آپ کے مریدوں اور شاگردوں میں سید جلال الدین سُرخ پوش اور مشہور شاعر فخر الدین عاقی بھی شامل ہیں جن کے کلام اور فکر کو شہر شاعر مولانا ناجیؒ نے عوام میں معروف کرایا۔

حضرت مخدوم بہاؤ الدین ذکریا کا مقبرہ جو انہوں نے خود تعمیر کرایا تھا، اج بھی عقیدتوں کا مرکز ہے۔ یہ مقبرہ کاشی کاری کے کام کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

کی گئی ہیں۔ عمارت کی بنندی ایک سو فٹ سے زیادہ ہے۔
حضرت بہاؤ الدین ذکریٰ اور شاہ رکن عالم کے مقبرے ملتان کے قلعے
میں آمنے سامنے تعمیر کئے گئے ہیں۔ دو فوٹ مقبروں پر رات دن زائرین کا تانتا
بندھا رہتا ہے۔

سید علی ہجویری داتا گنج بخش

داتا صاحبؒ، سلطان مسعود غزنوی کے دور میں غزنی سے تشریف لائے
اور لاہور میں مقیم ہوئے۔ داتا صاحبؒ کا اصلی نام سید علی ابن عثمان الجلابی
ابجویری ہے۔ آپ افغانستان کے شہر غزنی کے مضائقات میں ہجویر نامی آبادی
میں متولد ہوئے۔ آپ نے دینی تعلیم اپنے وقت کے معروف مذہبی بزرگ
ایوب الغفل محدث بن الحسن الحطائی سے حاصل کی جو حضرت ابو الحسن العصri کے
شاگرد تھے۔ داتا صاحبؒ کے اساتذہ میں ابوالعباس احمد بن محمد الاشکانی اور
ابوالقاسم گورگانی جیسے علمائے دین بھی شامل تھے۔ آپ نے علوم دینی کی تحصیل
کے بعد بلا واسطہ میں سفر کیا اور شام سے ترکستان تک ہرملک کی سیاحت کی۔
آپ کچھ عرصے عراق میں مقیم رہے اور پھر لاہور کو اپنا دیکھنے میں مسکن قرار دیا اور اس
شہر کو اپنے فیوض و برکات کے دامن عاطفت میں لے لیا۔



مقبرہ حضرت داتا گنج بخش، لاہور

داتا صاحبؒ نے صرف صاحب کرامات بزرگ تھے بلکہ بلند پایہ عالم دین
بھی تھے۔ علم تصوف میں آپ کی تصنیف ”کشف الچوب“ ساری دنیا میں مشہور
ہے۔

سید شمس الدین سبزواری

آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد میں ایک مشہور بزرگ
ہیں اور ملتان میں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کا اور حضرت
بہاؤ الدین ذکریٰ کا ایک ہی دور ہے۔
سید شمس الدین سبزواریؒ کا انتقال ۲۷۲ھ میں ہوا۔ آپ کا مقبرہ
۱۳۲۰ء میں تعمیر کیا گیا۔ ۸۷۴ء میں موجودہ عمارت از سنو تعمیر کی گئی۔ آپ کا
عرس ہر سال اپریل کی پندرہ تاریخ کو ہوتا ہے جس میں ہزاروں عقیدت مند
شرکت کرتے ہیں۔

سید محمد یوسف گردیزیؒ

سید محمد یوسف گردیزیؒ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک
مشہور بزرگ ہیں۔ آپ کا مزار ملتان شہر میں بوہڑ دروازہ کے پاس ہے۔ مزار
کی عمارت میں گنبد نہیں ہے لیکن پھر بھی اس کا شمار ملتان کی خوبصورت عمارتوں
میں کیا جاتا ہے۔

سید گردیزیؒ، افغانستان سے ۸۸۰ء میں ملتان آئے اور یہیں آباد ہو
گئے۔ مشہور ہے کہ جنگی جانوران کے طبق اور فرمانبردار ہو جاتے تھے۔ یہی کہا
جاتا ہے کہ آپ شیر پر سورا ری کرتے تھے۔

شیخ ابوالحسیب مویٰ پاک شہیدؒ

مویٰ پاک شہیدؒ جن کا اصلی نام شیخ عبدالحسیب تھا حضرت غوث الاعظم
کی اولاد امجاد میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ اور شریف میں متولد ہوئے اور ملتان
میں آباد ہوئے۔

آپ کی اولاد میں کئی بزرگ مشہور ہیں جن میں سے حامد گنج بخش، یحیٰ نواب،
عنایت ولایت اور جان محمد خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کے مزارات ملتان
میں ہی واقع ہیں۔

ملتان کی دیگر زیارت گاہیں

ملتان میں حرم گیث کے پاس تو تلامائی کا مقبرہ ہے۔ حضرت شاہ علی اکبرؒ



حضرت داتا گنج بخش کے مزار کے بار ایک دکان

مرقد او پیر سبز احمد
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صح از مهر او تابندہ گست
بلashib، سید بجوری نے خاک پاک پنجاب کو اسلامی تصوف کا مرکز بنایا اور
اپنے زہد و تقویٰ اور عوام کی بے لوث خدمت سے مسلمانوں کے معاشرے پر
گھرا اثر ڈالا۔ لاہور کو داتا کی گلری کہا جاتا ہے۔ داتا اور لاہور کے نام ایک
دوسرے کی یاد دلاتے ہیں۔

دادا صاحب کا مقبرہ سلطان غزنی نے تعمیر کرایا تھا جو اسلامی طرز تعمیر کی
سادگی اور دلکشی کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ قیام پاکستان کے بعد داتا صاحب
کے مزار سے ملت رفاه عالم کی متعدد عمارتوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ حال میں داتا
صاحب کے مزار سے ملت قدیم تاریخی مسجد کی جگہ جدید وضع کی ایک شاندار
جامع مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ مزار سے متعلق عمارتوں میں اپنال، شفاخانہ، غریب
خواتین کے لیے دستکاری مرکز اور لنگر خانہ بھی شامل ہیں۔ لنگر خانہ سے چوبیں
گھٹنے کھانا، مشروبات اور مھماں تلقیم ہوتی رہتی ہیں۔ ضرورت مندوں کو کپڑا
بھی فراہم کیا جاتا ہے۔ لنگر خانے میں تیار ہونے والے کھانے کے علاوہ
عقیدت مند بھی روزانہ کھانا تقسیم کرتے ہیں۔ غرضیک فیض کا یہ دریافت چوپیں کھٹکے
جاری رہتا ہے۔

آپ نے شمالی ہندوستان میں تبلیغ دین کا اہم فیض اس خوبی سے انجام
دیا کہ ان علاقوں میں فاتح مسلمانوں کی اقیلت اکثریت میں تبدیل ہو گئی۔ داتا
صاحب کو بجا طور پر لاہور کا ”سر پرست ولی“ سمجھا اور کہا جاتا ہے کہ آپ کا
مزار نوصد یوں سے مرچع خلاائق ہے۔ یہاں رات دن چھینٹنے عقیدتمندوں
کا ہجوم رہتا ہے۔ عقیدتمندوں کے اس قلبی اظہار عقیدت میں، کسی دور میں، کسی
وجہ سے کبھی کوئی فرق نہ پڑا۔ لاہور مختلف خاندانوں کی حکومت میں پایہ تخت رہا،
مختلف قوموں، قبیلوں اور مذاہب کے سیاسی اقتدار کی رسمیت کا اکھاڑہ رہا، لیکن
وہ سب ختم ہو گئے، داتا کی حکومت آج بھی باقی ہے۔ ان کی حکومت لوگوں کے
دولوں پر قائم ہے۔ عقیدتمندان کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور دلی مرادیں
پاتے ہیں۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ نے آپ کے مزار پر حاضری دی ہے، چلکشی
کی ہے اور آپ کی زیارت کے بعد بر صغیر کے مختلف علاقوں میں جا کر تبلیغ
اسلام کا فرض ادا کیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے
ان الفاظ میں داتا صاحب کا تعارف کرایا ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصان را پیر کامل ، کاملان را رہنمای
اسی حوالے سے حکیم الامم نے داتا صاحب کی تعریف میں اشعار کے ہیں۔

سید بجوری مخدوم ام

کے عرس کے موقع پر چاغاں کا میلہ رچاتے ہیں۔ میلہ چاغاں میں شرکت کے لیے ملک کے گوشے گوشے سے فقیر، ملک، درویش اور لوک موسیقار، رقاں اور بازی گر آتے ہیں اور اس عرس کو صحیح معنوں میں ایک عوامی میلے کی حیثیت بخشنے ہیں۔

شاہ حسین کا انتقال ۱۵۹۹ھ مطابق ۱۵۵۴ء میں ہوا۔ ان کا مقبرہ شالamar باغ کے پاس ایک گاؤں میں ہے۔

بی بی پاکدامن

بی بی پاکدامن لاہور میں واقع ایک مزار ہے جو رقیہ بنت علی کا ہے۔ اس مزار کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں اہل بیت عینی کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی چھ خواتین کے مزارات یہاں واقع ہیں۔ رقیہ بنت علی اہل ابی طالب چوتھے خلیفہ حضرت علی ان ابوطالب کی بیٹی ہیں۔ آپ حضرت عباس ابن علی کی بھن ہیں اور حضرت مسلم بن عقیل کی زوجہ ہیں۔ دوسری خواتین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت مسلم بن عقیل کی بھن اور بیٹیاں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خواتین سانحہ کر بلکے بعد یہاں تشریف لائیں۔

بعض علماء کے خیال میں رقیہ را صلی اللہ علیہ وسلم تو خوتہ (بارہویں صدی) کی بیٹی تھیں۔ بی بی پاکدامن گڑھی شاہ اور میلوے شیش کے درمیانی علاقہ میں واقع ہے۔

ان خواتین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جنوبی ایشیاء میں انہوں نے اسلام کی تبلیغ کی۔



مقبرہ بی بی پاکدامن، لاہور

لاہور میں بزرگوں کے مزارات

لاہور زمانہ قدیم سے ہی بزرگاں دین کا مسکن رہا ہے۔ داتا صاحبؒ کی تشریف آوری سے پہلے ہی یہاں کئی صوفی بزرگ آ کر آباد ہوئے اور ان کے

داتا صاحبؒ کے عرس کو پاکستان میں ایک قومی تقریب کی اہمیت حاصل ہے جس میں لاکھوں عقیدتمند ہر سال شرکت کرتے ہیں۔

حضرت میاں میرؒ

آپ کا اصلی نام میر محمد ہے آپ ۱۶۲۳ء میں سہوں شریف میں پیدا ہوئے۔ مذہبی تعلیم شیخ خضر سیوطتی سے حاصل کیے گئے۔ آپ کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ آپ نے تین مغل شہنشاہوں کا دورہ دیکھا۔ جہانگیر، شاہ جہاں اور انگریز یا اپ کے عقیدت مند تھے۔ شاہزادہ داراشکوہ آپ کا مرید تھا اور آپ کے ہی ایما پر اس نے ”سفہیۃ الاولیاء“ جیسی کتابیں تصنیف کیں۔

آپ کا مقبرہ دھرم پورہ لاہور میں زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے آپ کا سالانہ عرس رجوع الاول کی ۳ تاریخ کو منعقد ہوتا ہے۔ موسم بر سات میں بھی آپ کے مقبرے پر میل لگتا ہے۔

حضرت میاں میرؒ کے مقبرے کی تعمیر داراشکوہ نے شروع کروائی اور اونگریز یا اولیئر نے تکمیل کروائی۔



مقبرہ حضرت میاں میرؒ، لاہور

شاہ حسینؒ

شاہ حسینؒ پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ اور شاعر کی حیثیت سے لافانی شہر کے مالک ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا بندو و مرید مادھوال بھی امر ہو گیا ہے اور آج تک دونوں کا نام ملا کر مادھوال حسین کہا جاتا ہے۔

شاہ حسین کا مجموعہ کلام شائع ہو گیا ہے ان کا عارفانہ کلام انہیں شاہ لطیفؒ اور بابا بیکہ شاہؒ کی صفت میں جگہ دلاتا ہے۔ اکابر اعظم اور شہنشاہ جہانگیر سے لے کر مہاراجہ رنجیت سنگھ تک ان کے عقیدتمندوں میں شامل تھے لیکن شاہ حسین کا اصلی مقام عوام کے دلوں میں ہے جو آج تک ان کی کافیاں گاتے ہیں اور ان

مقابر آج بھی زیارت کا ہے۔

ان بزرگوں میں خاص طور سے:

- ۱۔ حضرت شاہ عبدالغنیؒ، غزنوی دور اور گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بلخ دین اور عالم، ان کا مزار ہال روڈ پر واقع ہے۔
 - ۲۔ شاہ حسین زنجانی، داتا صاحب کے پیر بھائی، غزنوی دور اور گیارہویں صدی عیسوی کے بزرگ صوفی، عالم دین اور مبلغ اسلام تھے ان کا مزار چاہ میراں روڈ پر واقع ہے۔
 - ۳۔ حضرت پیر کمی، جن کا اصلی نام عزیز الدین تھا۔ مکہ معظمه سے لاہور آئے یہ بھی غزنوی دور کے مشہور بلخ اور عالم تھے۔ ان کا مزار اوی رود پر ہے۔
 - ۴۔ سید سردار دیوان زنجانی، سلطان قطب الدین ایک کے دور حکومت میں انتقال کیا۔ اس دور کے مشہور عالم دین، صوفی بزرگ اور مبلغ اسلام تھے۔ ان کا مزار سرائے رتن چند کے عقب میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے مزار پر خواجہ جمیریؒ نے بھی حاضری دی ہے۔
 - ۵۔ ذکی پیر، آپ کا تعلق تیرہویں صدی سے ہے۔ منگولوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا سرکش جانے کے باوجود آپ لڑتے رہے۔ ان کا سرا در جسم کی دوازے کے پاس دو (۲) مختلف مقامات پر دفن ہیں۔
 - ۶۔ سید مٹھا، آپ کا اصلی نام سید معین الدین تھا لیکن آپ کے انداز فنگوں میں جو شیریٰ اور حلاوت تھی اس کی وجہ سے آپ کو سید مٹھا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ تعلق خوارزم سے تھا۔ سید مٹھا کا انتقال ۱۲۱۴ء میں ہوا۔ آپ کا مزار پرانے شہر میں ہے۔
 - ۷۔ پیر بادی راہنماء، آپ سید نس الدین بزرگ ایک کی اولاد میں تھے۔ آپ کی زندگی میں آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا۔ حضرت میاں میرؒ کے ہمچر تھے۔ ان کی اولاد میں میر عبد الصمد خان اور ذکریار خان جو دونوں ناظمناں لاہور تھے، مشہور ہیں۔ شala مار باغ کے پرانے راستے پر مزار ہے۔
 - ۸۔ شاہ کا کوچشتی، شیخ عبدالجلیل نام، سلطان بہلوں لوہی کے داماد اور مشہور عالم دین تھے۔ سال وفات ۱۲۵۵ء ہے۔ مزار میکوڑ روڈ پر ہے۔ شاہ کا کوچشتی گاؤپنے وقت کا ”قطب“ کہا جاتا ہے۔
 - ۹۔ حضرت موسیٰ آہنگرؒ، شاہ کا کوچشتی کے مرید، بزرگ عالم دین اور مبلغ اسلام تھے۔ ۱۲۵۵ء میں انتقال ہوا۔ مقبرہ دولت خان لوہی نے تعمیر کرایا
- ۱۰۔ عبدالرزاق کیؒ، مغل دور میں غذنی سے ہندوستان آئے۔ حضرت مون دریا بخاریؒ کے مرید تھے۔ بلند پایہ عالم دین اور مبلغ اسلام تھے۔ ان کا مزار نیلانگر، اناکی چوک، پورے پاکستان میں مشہور ہے۔
- ۱۱۔ شاہ ابوالحق قادریؒ، ان مزار پل روڈ، مرنگ میں ہے۔ مغل شہنشاہ ہمایوں کے ساتھ بخارا سے ہندوستان آئے۔ بلند پایہ عالم دین تھے اور تبلغ اسلام میں بڑی خدمات انجام دیں۔
- ۱۲۔ پیر حسو، اکابر اعظم کے دور میں لاہور کے مشہور بزرگ جن کے مریدوں میں تیل فروشوں کی تعداد زیادہ تھی اور جس کی طرف وارث شاہ نے بھی اپنے کلام میں اشارہ کیا تھا۔ وہ شاہ حسینؒ کے ہمصر تھے۔ ان کا انتقال ۱۵۹۳ء میں ہوا۔
- ۱۳۔ شاہ ابوالمعالیؒ، اصلی نام شاہ خیر الدین، شاہ داؤود قادری شیر گڑھ والوں کے مرید تھے۔ شہنشاہ جہانگیر کے دور میں لاہور موجود تھے۔ ۱۶۱۱ء میں انتقال کیا۔ ان کا مقبرہ ان کے اپنے نام والی سڑک ابوالمعالی روڈ پر واقع ہے۔ ان کے مقبرے پر ہزاروں بکرتو بیسرا کرتے ہیں۔
- ۱۴۔ حضرت ایشان۔ کشمیر کے رہنے والے تھے۔ جہانگیر کے دور میں آگرہ آئے اور شاہ بھاگان کے دور حکومت میں لاہور آ کر مقیم ہو گئے اپنے دور کے جید عالم، طبیب اور مبلغ اسلام تھے۔ حضرت میاں میرؒ کے ہمچر تھے۔ ان کی اولاد میں میر عبد الصمد خان اور ذکریار خان جو دونوں ناظمناں لاہور تھے، مشہور ہیں۔ شala مار باغ کے پرانے راستے پر مزار ہے۔
- ۱۵۔ حضرت مون دریا بخاریؒ ان کی دعاؤں سے اکابر اعظم نے چوتھا ناقابل تسلیم قلعہ فتح کیا۔ اکابر کے دور میں انتقال کیا اور اس نے ہی آپ کی زندگی میں آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا۔ حضرت مون دریا نے مقبرے کی تعمیر کے تیرہ سال بعد ۱۲۰۵ء میں انتقال کیا اور اسی مقبرے میں مدفون ہوئے۔ یہ مقبرہ ایڈورڈ روڈ پر ہے۔
- ۱۶۔ گھوڑے شاہؒ، اصلی نام برہان الدین تھا، گھوڑے سے محبت کا یہ عالم تھا کہ گھوڑے شاہ کا القب پایا۔ مشہور ہے کہ اگر کوئی گھوڑا کی شکل کا کھلونا بھی تھے میں پٹش کر دیتا تو اس کی ولی مراد پوری ہو جاتی۔ ۱۲۵۵ء میں انتقال کیا۔ مقبرہ شala مار باغ کی پرانی سڑک پر واقع ہے۔ زائرین اب

کہلاتا تھا۔ آپ نے تین مغل شہنشاہوں، اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان کا دور دیکھا۔ ۱۸۳ءے میں آپ انتقال سوال سے زیادہ کی عمر میں ہوا۔ آپ کے مقبرے سے متصل مجسم بھی تیکر کی جو آج بھی موجود ہے۔ ۲۲۔ حضرت جان محمد حضوری، گرھی شاہر، علامہ اقبال روڈ پر آپ کا مقبرہ ہے۔ ۱۸۴ءے میں انتقال ہوا۔ اپنے وقت کے بڑے عالم تھے اور ساری زندگی تبلیغِ اسلام میں گزاری۔

۲۳۔ حضرت شاہ محمد غوث، آپ کا مقبرہ ولی دروازے کے باہر واقع ہے۔ آپ حضرت خوشنوشتِ الْعَظِيمؐ کی اولادِ مجدد میں تھے۔ آپ کا شماراپنے دور کے جید علماء میں کیا جاتا تھا۔ تبلیغِ دینِ حق میں شب و روز صروف رہتے تھے۔ ”رسالہ نبوی“ آپ کی یادگار ہے جس میں آپ نے حضرت میاں میر اور دوسرے بزرگانِ دین کے حالات زندگی تحریر کئے ہیں۔ آپ کا انتقال ۲۴۹ءے میں ہوا۔

صلح شیخو پورہ

حضرت شیر محمد شرپوریؒ

شرپور، صلح شیخو پورہ میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس گاؤں کی وجہ شہرت اپنے وقت کے ولی کامل اور عارف باللہ حضرت شیر محمد شفیشندی کا مزار ہے جن کا خاندان کامل سے بھرت کے پہلے تصور میں آباد ہوا لیکن بعد میں بھرہ شاہ قیم شفیل ہو گیا۔ حضرت شیر محمد شرپوری عربی اور فارسی زبانوں کے جید عالم تھے۔ آپ نے خوشنویسی میں بھی کمال حاصل کیا تھا۔ آپ بابا امیر الدین کے مرید ہوئے اور اپنے اوصافِ حسنہ، عبادت و پیاض اور خدمتِ خلق کی بنیاد پر خلقِ خدا کے محبوب بن گئے۔ آپ کا انتقال ۱۸۸۸ءے میں ہوا۔ آپ کے سلسلے کے مریدوں کی ایک بڑی تعداد آج بھی موجود ہے۔

صلح قصور

بابا بُلہے شاہ

پنجابی زبان کے عظیم المرتب صوفی شاعر بُلہے شاہ ایک اور صوفی شاعر اور بزرگ کامل شاہ عنایت کے مرید تھے اور قصور میں رہتے تھے۔ قصور ایک تاریخی شہر ہے اور اس نے اپنی طویل تاریخ میں سیاست کے بڑے شیب و فراز دیکھے ہیں لیکن قصور کی ساری شہرت بابا بُلہے شاہ کی وجہ سے ہے جنہوں نے اس شہر میں زندگی گزاری اور اس شہر میں ابدی آرام فرمائے ہیں۔

بھی ان کے مزار پر گھوڑے کی شکل کے ھلو نے بطور نذر امامہ چڑھاتے ہیں۔ مقبرے سے ماخت مسجد بھی موجود ہے۔

۱۔ شاہ بلاولؒ، گھوڑے شاہ روڈ پر شاہ بلاول کا مزار بھی ہے۔ آپ شہنشاہ جہانگیر اور شاہجہان کے دور کے بزرگ اور حضرت میاں میرؐ کے همصری ہیں جو شاہ بلاولؒ کو ایک ایسے دریا سے تبیہ دیتے تھے جس میں نہانے والے پاک صاف ہو جاتے ہیں۔ شاہ بلاولؒ کا انتقال ۱۶۳۶ءے میں ہوا۔ اور ان کو پرانے دریائے راوی کے کنارے دفن کیا گیا۔ راوی میں سیلا ب آجائے سے ان کا مقبرہ مسماہ ہو گیا۔ لیکن جب ان کی قبر کو کھودا گیا اور تابوت نکالا گیا تو اس میں ان کا جسم بالکل محفوظ اور تروتازہ تھا۔ چنانچہ ان کے تابوت کو موجودہ مقبرے میں دفن کر دیا گیا۔

۱۸۔ مسکین شاہ امریؒ، آپ کا اصلی نام عنایت اللہ تھا۔ آپ حضرت میاں میرؐ کے شاگرد اور مرید خاص تھے۔ آپ کو ”امری“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ کسی کو یہ پتہ نہ تھا کہ آپ کی گزر اوقات کس طرح ہوتی ہے۔ آپ کی ساری زندگی دینِ حق کی تبلیغ میں گزری۔ آپ کا شماراپنے وقت کے جید علماء میں کیا جاتا تھا۔ مسکین شاہ امریؒ کا انتقال ۱۶۷۰ءے میں ہوا اور شاہراہ دارالشکوہ نے آپ کا مقبرہ تعمیر کر لیا جو اس سڑک پر واقع ہے جو میاں میرؒ ریلوے اسٹیشن سے کنٹونمنٹ کی طرف جاتی ہے۔

۱۹۔ حضرت شاہ جمالؒ اچھرہ، آپ کا مقبرہ ایک ٹیلے پر واقع ہے۔ جس کو ”ددمہ شاہ جمال“ کہا جاتا ہے۔ آپ تبریعِ اسلام اور مبلغِ اسلام تھے۔ آپ شاہجہان کے دور میں لاہور میں موجود تھے۔ سن وفات ۱۶۵۰ءے ہے۔

۲۰۔ ملا شاہ، اصلی نام شاہ محمد، موضع میاں میر میں رہتے تھے۔ اصلی وطن بدختاں بتایا جاتا ہے۔ آپ حضرت میاں میرؐ کے خلفاء میں تھے اور شاہزادہ دارالشکوہ آپ کا مرید تھا۔ شاہزادہ دارالشکوہ نے ہی آپ کی زندگی میں مقبرہ تعمیر کرایا۔ جب آپ کا ۱۶۷۱ءے میں انتقال ہوا تو اسی مقبرے میں دفن ہوئے۔

۲۱۔ میاں وڈا، آپ کا مقبرہ شالامار باغ کے جنوب میں واقع ہے۔ آپ کا اصلی نام حافظ محمد اسماعیل تھا۔ آپ کی ساری زندگی دینِ حق کی تبلیغ میں گزری اور آپ کا شماراپنے دور کے اکابر علماء میں کیا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے آپ کو میاں وڈا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے درس و تدریس کے لیے ایک دارالعلوم قائم کیا جو مدرسہ میاں وڈا

وجود مسعودی بناء پر کثیر تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی ساری زندگی پاکیزگی، محبت اور خلوص عبادت کی تلقین میں بسر ہوئی۔ آپ کا قول تھا کہ ایک صوفی کی زندگی کا مقصد لوگوں کے دلوں میں محبت و خلوص کے جذبات پیدا کرنا ہے۔ آپ کا نقل ۲۶۵ء میں ہوا۔

حضرت نظام الدین اولیاء آپ کے مرید تھے۔

بابا فرید شکر گنج کارو ض آج بھی پاک پتن شریف میں روحانی عقیدتوں کا مرکز ہے، یخوتصر، سادہ لیکن دلکش عمارت جس میں ماحفظ عمارتوں کے اضافے ہوئے، ہر وقت زائرین سے بھری رہتی ہے۔ آپ کا سالانہ عرس جسے پاکستان میں ایک اہم قومی اور مذہبی تقریب کا درجہ حاصل ہے ذی الحجه کی ۲۵ تاریخ کو ہوتا ہے۔ اس موقع پر آپ کے مزار سے ملتی ایک خاص کھڑکی کھولی جاتی ہے جسے بہشتی دروازہ کہا جاتا ہے۔ جس سے ہزاروں لاکھوں عقیدت مندرجہ ترے یہیں اور اس ولی کامل کے فیوض و برکات سے مستغیر ہوتے ہیں۔



بابا فرید گنج شکر کے مقبرہ کا بہشتی دروازہ

جنی غلام قادر

پاک پتن شریف سے تقریباً پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر جنی غلام قادر کا مقبرہ واقع ہے جس پر پنجابی لیلینڈر کے مطابق چیت کی ۱۰ تاریخ کو میلید لگاتا ہے۔ اس میں ملک کے طول و عرض سے فقیر، ملک اور قلندر ہزاروں کی تعداد میں شرکت کرتے ہیں اور دھماں ڈالتے ہیں۔



مقبرہ بابا بیکہ شاہ کا مزار

بابا بیکہ شاہ کی شاعری قرآن و حدیث کی تعلیمات سے لبریز ہے۔ وہ ”وحدت الوجود“ کے قائل تھے جو دوسرے صوفی شعراً کا بھی مسلک رہا ہے۔ چنانچہ ان کی شاعری آفاتی محبت کے گھرے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے اور ان کا پیغام بھی محبت ہے۔

بابا بیکہ شاہ عوام و خواص میں یکساں مقبول ہیں۔ ان کی کافیاں آج تک عوام کی زبان پر ہیں جو ان کے کلام کو بڑی عقیدت سے گاتے ہیں۔ پنجابی زبان میں شاید ہی کوئی اور ایسا شاعر ہو جس کے کلام کو اس قدر مقبولیت حاصل ہے۔

بابا بیکہ شاہ کا سالانہ عرس قصور میں ہوتا ہے جس میں پورے پاکستان سے لاکھوں عقیدت مندرجہ حاضر ہوتے ہیں۔ قصور کی سیاحت میں آپ نہ صرف ایک تاریخی شہر کے ظاہری خدوخال دیکھنے گے بلکہ ایک عظیم المرتب صوفی بزرگ کے روحانی تصرفات کا بھی مشاہدہ کریں گے۔

صلع سا ہیوال

حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر (بابا فرید گنج شکر)

حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہے ۱۰ء میں ملتان کے پاکس ایک موضع خطواں میں متولد ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کی مادر گرامی قدر بی بی کاٹشم نے فرمائی۔ جس کا آپ کی زندگی پر گہرا اثر مرتب ہوا۔ بعد میں آپ حضرت خواجہ بختیار الدین کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور ان کی ہی ہدایت پر آپ احمد حسن (موہودہ پاک پتن شریف) تشریف لائے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ سلطان غیاث الدین بلبن آپ کا بڑا معتقد تھا۔

حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کی تعلیمات نے ان علاقوں میں احیاء اسلام اور صحیح خطوط پر اسلامی معاشرے کی تشکیل کو ممکن بنایا۔ آپ کے باہر کت

صلح گجرات

حضرت شاہ دولہا

حضرت شاہ دولہا ایک محبوب تھے جن کی بزرگی اور کرامتوں کا چرچا آج تک عام ہے کہتے ہیں کہ آپ کے مزار پر باخچوں میں حاضری دیتی ہیں تو ان کے ہاں اولاد ہو جاتی ہے۔ شاہ دولہا کی دعا سے جو بچے ہوتے ہیں ان میں سے پہلی اولاد جو عموماً لڑکا ہوتا ہے، چھوٹے سر کا پیدا ہوتا ہے۔ ایسے بچے شاہ دولہا کے چوہے کہلاتے ہیں اور وہ شاہ دولہا کی درگاہ پر ہی کی درگاہ کی زندگی نماز تھیں۔ اس کے بعد پیدا ہونے والے بچے بالکل ٹھیک ہوتے ہیں۔ گجرات میں شاہ دولہا کے مزار پر منعقدوں کا تہجیوم رہتا ہے۔

صلح سیالکوٹ

سید امام علی لاحقی

سیالکوٹ قلعہ سے ملتی سید امام علی لاحقی کا مزار ہے کہا جاتا ہے کہ سیالکوٹ کے علاقے پر مسلمانوں کا اقتدار انہوں نے ہی قائم کیا تھا۔ امام لاحقی ترکستان سے آئے تھے اور لاہور میں رہتے تھے کسی مسلمان خاتون کے خون ناقص کا بدال لینے کے لیے جب فیروز شاہ نے سیالکوٹ پر فوج کشی کی تو اس کی کمان سید امام علی لاحق کے سپرد ہوئی۔ آپ نے فتح حاصل کی اور ساتھ ہی شہادت بھی حاصل کی۔ آپ میدان جگ میں جس جگہ شہید ہوئے اسی جگہ فن کئے گئے اور وہیں آپ کا مزار بنایا گیا۔ سید امام علی لاحق کا سالانہ عرس ہر سال اگست کی ۳۱ تاریخ کو منعقد ہوتا ہے۔

صلح راولپنڈی

شاہ چن چراغ

شاہ چن چراغ راولپنڈی کے بلند پایہ ولی کامل تھے اور انکا دربار اندر وون راولپنڈی میں واقع ہے۔ انکا صل نام شاہ زمان تھا اور آپ امام موسی کاظم کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ لوگوں کے لیے روحانی رہنمائی کا ذریعہ تھے اور دین اسلام کی تبلیغ میں اپنی زندگی وقف کر دی اور تبلیغ کرتے رہے۔ آپ نے امن، برداشت اور بھائی چارہ کے پیغام کو فروغ دیا اور اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ حضرت شاہ عبدالطیف المعروف بری امام سرکار کے رشتے



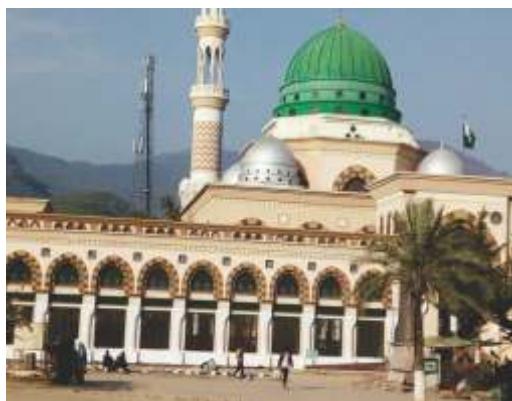
مقبرہ شاہ چن چراغ، راولپنڈی

دارالحکومت اسلام آباد

حضرت شاہ عبدالطیف کاظمی بری امام

حضرت شاہ عبدالطیف کاظمی کو جو عام طور پر بری شاہ عبدالطیف یا بری امام کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کا سر پرست بزرگ سمجھ جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں یہ پیش کوئی کی تھی کہ ان کے مقبرے کے پاس ایک نیا شہر آباد ہوگا جس کا نام "اسلام" پر رکھا جائے گا اور یہ نیا شہر اسلام کی بڑی خدمت انجام دے گا۔

حضرت بری شاہ عبدالطیف کا مقبرہ شہنشاہ اور نگزیر نے تعمیر کرایا تھا۔ سالانہ عرس ہر سال مئی کے مہینے میں پہلے ہفتے کے دوران منعقد ہوتا ہے جس میں ملک کے دور روز علاقوں سے لاکھوں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔ عرس میں شرکت کے لیے دور روز علاقوں سے عقیدت مند جلوسوں کی



مقبرہ بری شاہ عبدالطیف، نور پور شاہاب، اسلام آباد

جنہوں نے آپ کو اپنی حلافت بھی عنایت فرمائی تھی۔

بابا صاحبؒ کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ آپ کا انتقال ۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء کو ہوا۔ گواڑہ میں ہی مدفون ہوئے جہاں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

صلح جنگ

حضرت سلطان باہوؒ

حضرت سلطان باہوؒ کا شمار بر صیر کے اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ ان کی دینی بزرگی کے علاوہ ان کی شاعری بھی شہرت کی وجوہات میں شامل ہے۔ وہ پنجابی زبان کے عظیم المرتبہ شراء کی صفائی میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ حضرت سلطان باہوؒ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ ان کے والد ماجد اور مادر گرامی قدر دنوں کا شمار اپنے وقت کے اولیاء میں کیا جاتا ہے جن کے مزار



حضرت سلطان باہوؒ کے مقبرے کا ایک خوبصورت منظر

شکل میں بیدل چلتے ہوئے آتے ہیں اور اپنے ساتھ نذرانے لاتے ہیں جن کو بری امام کی ڈالی کہا جاتا ہے۔ عرس کے ساتھ ہی نور پورشاہی میں میلہ لگتا ہے جس میں عوامی ثافت کے مناظر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس میلے میں لوک فن کار، گھر بیلوں دستکار یوں کے ماہرین اور لوک شاعر اپنے فن کے شاہکار بیش کرتے ہیں۔

حضرت بابا پیر مہر علی شاہؒ

اسلام آباد سے پہنچ، سر بزرو شادات پیراٹوں کے دامن میں گولڑہ شریف کی آبادی ہے۔ اگر آپ گولڑہ شریف جائیں تو دور سے ایک خوبصورت مسجد کا بینا اور سنگ مرمر کے بننے ہوئے مقبرے کا گنبد نظر آتا ہے۔ یہ گنبد حضرت بابا پیر مہر علی شاہؒ کے مقبرے کا گنبد ہے جنہوں نے گولڑہ شریف کو بر صیر اور بالخصوص پاکستان کے روحاںی مرکزوں میں ایک اہم مقام عنایت کیا ہے۔

حضرت بابا پیر مہر علی شاہؒ کی میک رمضان المبارک ۱۸۵۹ھ (مطابق ۱۴۸۵ء) گولڑہ میں بیدا ہوئے۔ آپ دور جدید کے ان بارکت بزرگوں اور مُتمثِّل علمائے دین میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ جن کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہے۔

بابا پیر مہر علی شاہؒ کی ساری زندگی دین حق کی تبلیغ اور معافت میں گزری۔ آپ کے زمانے میں قادیانی تحریک نے جنم لیا جس کی تردید میں بابا صاحبؒ نے متعدد کتابیں تصانیف کیں اور گرامی کی اس تحریک کے بانی کے جھوٹے دعوؤں کی کامیکھوں دی۔

بابا صاحبؒ اعلیٰ پائے کے شاعر بھی تھے۔ فارسی، اردو اور پنجابی زبانوں میں شعر کہتے تھے۔

آپ کی مشہور نغمہ

کتنے مہر علی کتنے تیری نشاء
گستاخ اکھیں کتنے جا لیاں
کولا قافی شہرت اور تقویت حاصل ہوئی۔

حضرت بابا پیر مہر علی شاہؒ کی علمی خدمات بے شمار ہیں اس کا اندازہ ان کی تصانیف سے لگایا جاسکتا ہے جو اسلامی علوم کے خزانے میں ایک بیش بہ اضافہ ہیں۔ ان کے زمانے میں بر صیر کے علمائے اسلام ان کے تحریک کا تائل تھا اور انہوں نے اپنے زمانے کے اکابر علمائے تفسیر احادیث مبارکہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ بابا صاحبؒ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی سے بھی نیاز حاصل تھا

شورکوٹ میں موجود ہیں۔

صلح چکوال

حضرت ہو، ہو

آپ کا اصلی نام شیخ عبدالقدار جیلانی تھا۔ آپ حضرت غوث الاعظمؑ کی اولاد میں تھے اور اب سے سو سال پہلے ترکستان سے ہجرت کر کے ان علاقوں میں آئے اور کلر کھار جیل کے پاس اس پہاڑی پر قیام پذیر ہوئے جس پر اب ان کا مقبرہ موجود ہے۔

مقامی روایت کے مطابق جب آپ کا انتقال ہو گیا تو اس پہاڑی پر چرنے والے مویشی بیمار ہو کر مر نے لگے۔ علاقے کے لوگوں نے حضرت جہان جہاں گشت سے رجوع کیا اور آپ نے یا انکشاف کیا کہ یہاں ایک ولی اللہ کی قبر ہے۔ اس انکشاف پر لوگوں نے آپ کی قبر پر مقبرہ تعمیر کروایا۔

آپ کے مقبرے پر بکثرت جنگلی مور رہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص ان موروں کا شکار کرنے یا انہیں پکڑنے کی کوشش کرے توہ اندر ہا جاتا ہے۔ کلر کھار جہاں حضرت ہو، ہو کا مقبرہ ہے ایک خوبصورت اور صحت افزاء مقام ہے جس کا ذکر شہنشاہ بابر نے اپنے توڑک میں کیا ہے، جیل کے کنارے ایک پہاڑی چٹان موجود ہے جسے ”تحت باری“ کہا جاتا ہے۔ بابر اس چٹان پر پینچ کر مناظر قدرت کا نظارہ کرتا تھا۔



مقبرہ شیخ عبدالقدار جیلانی



مقبرہ ہیرانجا

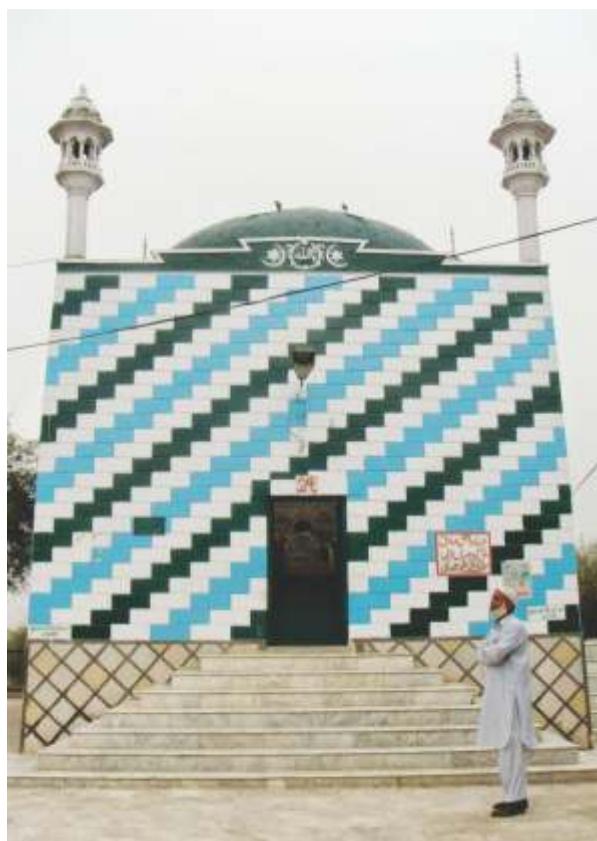
حضرت سلطان باہوؒ نظریہ ”وحدت الوجود“ کے قائل تھے اور اس نظریے کا گہرا اثر ان کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ ان کا ہر مصعرہ ”ہو“ پر ثتم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کو ”حق باہو“ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی ساری زندگی محبت، امن و سلامتی کے اصولوں کی اشاعت اور مظلوم عوام کے حقوق کی حفاظت کرنے میں گزری۔

آپ کا مقبرہ، مظفرگڑھ۔ خوشاب روڈ پر گڑھ مہاراج میں واقع ہے۔

آپ کے مزار کی جگہ دریا میں ظغیانی کی وجہ سے تین بار بدناپڑی۔

ہیرانجا

جنگ میں ریلوے اسٹیشن کے پاس ہی ہیرانجا کا مقبرہ واقع ہے۔ ان دونوں محبان صادق کی کہانی سے ہر شخص واقف ہے۔ لوگ ان کے مزار پر آکر پچی محبت کے ان لافانی کرداروں سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔



چکوال میں ہندو منہج کے مقدس مقامات کو ہستان نہک میں ہندو منہج کے متعدد مقدس مقامات موجود ہیں۔ یہ پورا علاقہ اہم تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ ۳۲۶ قبل مسح سکندر اعظم اس علاقے سے گزر ا تھا۔ بعد میں یہ علاقہ اشوك اعظم کی سلطنت کا حصہ بنا اور یہاں بدھ مت نے فروغ پایا۔ اس دور کی یادگاریں استوپوں کی شکل میں آج بھی موجود ہیں۔ لیکن اس علاقے کی قدیم اہمیت کا اندازہ ان مندروں سے لگایا جاسکتا ہے جن کا تعلق مہابھارت اور اس سے بھی پہلے کے دور سے بیان ہوتا ہے۔ ان مندروں کی زیارت کے لیے اب بھی ہر سال پاکستان اور بیرونی ملکوں سے ہندو زائرین آتے ہیں۔

شری کٹاس راج

شری کٹاس راج کے مندر ہندو منہج میں ایک اہم تیرتھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔



شری کٹاس راج کا ایک منظر

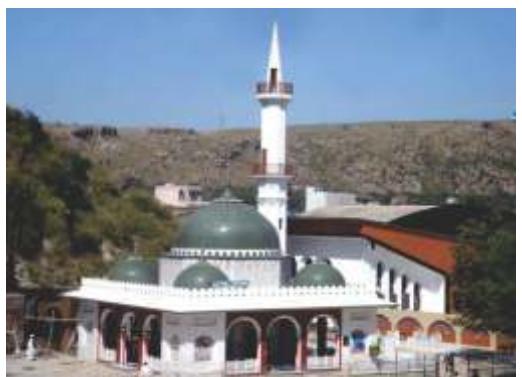
کٹاس، سنکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ”آنسو بھاتی آنکھ“۔ کٹاس راج کے مندروں سے متصل ایک چشمہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ جب شیودیوتا کی چیوتی بیوی پاروتی دیوی کا انتقال ہوا تو شیو بھی کی آنکھ سے آنسو بہہ لئے۔ ان کی ایک آنکھ سے بہن والے آنسوؤں سے کٹاس راج کا چشمہ بننا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی دوسری آنکھ سے بہائے ہوئے آنسوؤں سے پانی کا ایک تالاب بن گیا جو راجستھان میں اجیر شریف کے شہر کے پاس ہے۔ اس مقدس پانی کے چشمے کے آس پاس بعد میں مندر تعمیر کئے گئے اور ان

کلر کہار اپنے باغات کے لیے بھی مشہور ہے۔ یہاں کئی قسم کے چکلوں کے قدیم باغات ہیں۔ کلر کہار میں انار اور گلاب کا شربت بنایا جاتا ہے جو پاکستان بھر میں مشور ہے۔

حضرت سیدن شاہؒ

کلر کہار سے کچھ دور چوآ سیدن شاہ کی خوبصورت سربراہ و شاداب آبادی ہے جو ایک صوفی بزرگ اور ولی اللہ سیدن شاہ کے نام سے منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اس علاقے میں اشاعت اسلام کے فریضے کی ادائیگی میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کی کرامتیں بھی مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ایک جگہ اپنا عصاز میں پرمارا توہاں سے دریائے گنگا کے پانی چشمہ پھوٹ نکلا۔ یہ چشمہ اب بھی ”گنگا کھوئی“ کہلاتا ہے۔

چوآ سیدن شاہ کے باغات پورے پاکستان میں مشہور ہیں ان باغات میں جنگلی مور بکشت پائے جاتے ہیں۔ حضرت سیدن شاہؒ کا سالانہ عرس ایک اہم تقریب ہے جس کا بے چینی سے انتظار کیا جاتا ہے۔



مقبرہ حضرت سیدن شاہؒ



مقبرہ حضرت سیدن شاہؒ کے قرب و جوار میں ایک خوبصورت مور

عجیب مظہر پیش کرتا ہے۔ مندر کے آس پاس گھنے درخت ہیں۔

سکھوں کے مقدس مقامات

پنجاب میں سکھوں کے مقدس ترین گوردوارے واقع ہیں ان میں گوردوارہ جنم استھان صاحب، ننکانہ، گوردوارہ شری نچھا صاحب، حسن ابدال اور گوردوارہ دیرہ صاحب، لاہور کے علاوہ لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سماں ہی بھی قابل ذکر ہے۔ پاکستان اور یونی ملکوں سے ہزاروں سکھوں ازین ہرسال اپنے ان مقدس مقامات کی زیارت کرنے اور عبادت کرنے پاکستان آتے ہیں۔

گوردوارہ جنم استھان صاحب، ننکانہ

ننکانہ صاحب، ضلع شیخوپورہ میں مشہور قصبه ہے اس قصبے کو شہر اور اہمیت اس لیے حاصل ہے کہ یہاں سکھ ندھب کے بانی شری بابا گورونا نک دیوبھی پیدا ہوئے تھے۔ بابا صاحب، افغان بادشاہ بہلوں لوڈھی کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ننکانہ صاحب کوتبوئی کہا جاتا تھا۔ جہاں وہ پیدا ہوئے تھے وہاں ایک خوبصورت اور شاندار گوردوارہ تعمیر کیا گیا ہے گوردوارہ شری جنم استھان صاحب کہا جاتا ہے۔

بابا گورونا نک دیوبھی کا بچپن ننکانہ صاحب میں گزرا۔ اس اعتبار سے ننکانہ صاحب میں ان کی ابتدائی زندگی کے اہم واقعات کی یاد میں کئی اور گوردوارے بھی تعمیر کئے گئے جن میں گوردوارہ بمالیا صاحب، گوردوارہ پٹی مولوی صاحب، گوردوارہ کیارہ صاحب، اور گوردوارہ تیونو صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حکومت پاکستان کا محلہ متروکہ اوقاف ان گوردواروں اور پاکستان میں گیر مسلموں کی دیگر منیبی عمارتوں کی دیکھ بھال اور ان کا اعلیٰ انتظام کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ننکانہ صاحب کے ان گوردواروں کی زیارت کے لیے ملکی اور غیر ملکی سکھ ازائر میں بڑی تعداد میں پاکستان آتے ہیں۔

گوردوارہ روہڑی صاحب

لاہور سے چالیس میل دور ایک آباد کمی میں جو مغلوں نے آباد کی تھی گوردوارہ روہڑی صاحب واقع ہے جو کھڑے طرز تعمیر کی ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ بیساکھی کے موقع پر یہاں آٹھ دن تک میلے لگتا ہے۔

مندروں کی دیکھ بھال اور عبادت کے مراسم ادا کرنے کے لیے برائیں بزرگوں کی ایک آبادی قائم ہو گئی۔

کٹاس راج کے موجودہ مندروں کے بارے میں محققوں کا کہنا ہے کہ آٹھویں سے دسویں صدی عیسوی کی تعمیر ہیں۔ لیکن موجودہ مندر جن پرانی عمارتوں کے کھنڈرات پر بنائے گئے ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ پرانی ہیں جن کا تذکرہ پانچھیں اور ساتویں صدی کے چینی بدھ مت سیاحوں نے کیا ہے۔



شیو جی کے آنسوؤں سے بنا ہوا تالاب، کٹاس راج

اگر آپ اس سیق علاقے کی ان اہم اور مقدس عمارت کا طالرائے منظر دیکھتا چاہیں تو آپ کو کٹاس کے قلعے کی چھپت سے سب سے بلند مندر کی چھپت پر جانا پڑے گا۔ وہاں سے آپ اس پورے علاقے کا منظر دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کی آنکھوں کے آگے جو منظر ہو گا اس سے آپ اس علاقے کی اس قدیم عظمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو اسے آریوں میں حاصل تھی۔

ملوٹ کا مندر

کلکہتہ سے ڈھر کھوری ہوتے ہوئے، چھوٹی گاؤں اور کوئی کا انوں کے علاقے سے گزرتے ہوئے آپ ملوٹ گاؤں کی فصیل کے نیچے ٹھہریں گے۔ یہاں سے آپ کو پہاڑی پر چڑھنا ہو گا۔ جس کی چوٹی پر ملوٹ کا قدیم مندر واقع ہے۔ یہ پورا علاقہ سر سبز و شاداب ہے۔ رنگ برلنگے پھولوں اور خوبصورت پرندوں سے بھرا ہوا ہے۔

شیو گنگا مندر

ملوٹ کے مشرق میں کشمیری طرز تعمیر میں بنایا ہوا شیو گنگا کا مندر واقع ہے۔ یہ مندر بُرگد کے ایک بہت پرانے اور گھنے درخت کی چھاؤں میں ایک

صوبہ بلوچستان

ضلع سیلہ

لاہوت لامکاں

سیلہ میں سلسلہ کوہ پب میں یا ایک عجیب و غریب اور قدیم مقام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طوفان نوح کے بعد سفینہ نوح اسی پہاڑی کی چوٹی پر تھہرا تھا جہاں ایک پہاڑی غار میں چھت سے پانی پختا ہے جس سے غار کے فرش میں تالاب بن گیا ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر زمانہ قدیم سے کسی آتش فشاں کا دہانہ ہے جس کے اندر اور باہر بزرگان دین کی چلکا ہیں بتائی جاتی ہیں۔

کراچی سے لاہوت لامکاں کا فاصلہ تقریباً ۹۶ میل ہے۔ راستہ حب چوکی سے گزرتا ہے۔ یہاں ہر وقت زائرین کا آما جاتا رہتا ہے۔ اس پہاڑ کے عجائبات کا تعارف کرنے کے لیے مقامی گائیڈز ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

اس جگہ کی قدامت اور یہاں پرانے وقت سے لوگوں کی عقیدت کے ثبوت اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ جگہ ہمیشہ سے خدا کے نیک بندوں کے لیے تہائی میں عبادت اور ریاضت کرنے کی آما جگا رہی ہے۔

شاہ بلاول نوری

لاہوت لامکاں کے قریب ہی حضرت شاہ بلاول نوری کا مقبرہ ہے۔ جہاں عقیدت مند ہر وقت مجع رہتے ہیں۔ شاہ بلاول کی زیارت کے لیے درویشوں اور قلندروں کے قافلے سہون شیریف سے پایا وہ پہاڑی راستوں سے آتے ہیں۔ یہ سفر کئی ہفتوں میں طے ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت اعلیٰ شہباز قلندر کی زیارت کے لیے شاہ بلاول نوری کے مقبرے قافلے اُسی راستے سہون جاتے ہیں۔

شاہ بلاول جانے کے لیے کراچی سے بسیں چلتی ہیں۔ یہ سفر جیپ یا موڑ کار میں کمی کیا جاسکتا ہے۔

ضلع خضدار

خلیفہ مُلّی موالی

خلیفہ مُلّی موالی حضرت سلطان باہو کے مرید تھے اور انہوں نے بلوچستان میں ان کی تعلیمات کو پھیلایا۔ ان کا مقبرہ کوک میں ہے جو مری خپلوں کے علاقے میں واقع ہے۔ ہر سال ہزاروں لاکھوں زائرین ان کے



گورو دووارہ سری نجمہ صاحب

راولپنڈی سے تمیل میل دور حسن ابدال کے تاریخی شہر میں بابا گردنا نک کی دکھائی ہوئی ایک کرامت کی یاد میں گورو دووارہ نجمہ صاحب تعمیر کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ گورو نا نک ایک سفر سے واپس آتے ہوئے بابا حسن ابدال کی پہاڑی کے نیچے جنہیں بابا ولی تقدیر ہری بھی کہا جاتا ہے آرام کے لیے ٹھہرے اور ان سے اس چشمے کے پانی کو استعمال کرنے کی اجازت منگوانی جو پہاڑی پر رہتا تھا۔ بابا حسن ابدال نے کھلوا یا تم خود بزرگ ہو، اپنا چشمہ خود بیدار کرو۔ یہ سن کر بابا نا نک نے چشمے کو اشارہ کیا اور وہ پاری سے نیچے آ کر ان کے پاس بنتے گا۔ یہ دیکھ کر بابا حسن ابدال نے روحانی طاقت سے ان کی طرف ایک بھاری پتھر پھینکا ہے بابا گورونا نک نے اپنے سیدھے ہاتھ سے روک لیا۔ پتھر پران کے سیدھے ہاتھ کا نشان بن گیا۔ اس واقعے کی یاد میں گورو دووارہ نجمہ صاحب تعمیر کیا گیا۔ یہاں اس چشمے کے کنارے سنگ مرمر کی محراب میں ان کے نیچے کے نشان آؤ یہاں ہے۔ ہر سال ہزاروں سکھ زائرین اس یادگار کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ بابا گورونا نک کے حکم کے مطابق سکھ زائرین بابا حسن ابدال کی بیجھک کی زیارت کے لیے بھی جاتے ہیں جو پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے۔

بیساکھی کے موقع پر نجمہ صاحب میں زبردست اجتماع ہوتا ہے جس میں ساری دنیا کے سکھ حصہ لیتے ہیں۔ یہ میلہ ایک ہفتہ جاری رہتا ہے۔

مقبرے پر حاضری دیتے ہیں۔
صلح پشین

صلح چانی

پیر سلطان قیصر

ایام نوجوانی میں راہرن تھے۔ ایک کچھ مویشی چوری کر کے لارہے تھے، راہ میں ایک بیوہ عورت اور ان کے بچے ملے جو سب بھوکے تھے۔ انہوں نے فوراً بکیاں ذبح کر کے ان کو شکم بیر کیا۔ عورت نے ان کو عادی جس کے نتیجے میں ان کی زندگی میں انقلاب آگیا اور وہ ایک انبتاً عابد و زاد بزرگ ہو گئے۔ چانی میں ان کے مقبرے کے آس پاس بے شمار سانپ پائے جاتے ہیں لیکن وہ کسی کو لفظاً نہیں پہنچاتے۔

صلح اور الائی

میاں عبدالحکیم عرف نانا صاحب

۹۷ء میں خانوڑی نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے قندھار میں تعلیم حاصل کی اور اسلامی فقہ، فلسفہ و منطق، علم کلام اور علم حدیث کا مطالعہ کیا۔ اسی دوران وہ میاں سید لال نامی بزرگ کے مرید ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بارہو خانوڑی کی جانب جا رہے تھے کہ کوڈک پھاڑ کے درخت ان کے ساتھ چلنے لگے۔ اسی طرح ان کی بہت سے کرامات مشہور ہیں۔

نانا صاحب کا مقبرہ ڈی کی صلح اور الائی میں ہے۔

وہ فارسی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا صوفیانہ کلام آج بھی مشہور ہے۔ لور الائی میں تاریخی دور کی جو چند عمارتیں آج بھی موجود ہیں، ان میں نانا صاحب کا مقبرہ اسلامی طرز تعمیر کی ایک خوبصورت مثال ہے۔

صلح بی

بابا خرواری

بابا صاحب، میاں عبدالحکیم کے مرید تھے۔ اصلی نام طاہر تھا۔ ان سے بے شمار کراماتیں منسوب ہیں۔ صوبہ بلوچستان کا موسم گرم ماں کا صدر مقام، زیارت ان کے ہی مزار کی نسبت سے زیارت کہلاتا ہے۔ ان مزار زیارت سے متصل تقریباً چار میل کے فاصلے پر ایک سر زبرد شاداب وادی میں واقع ہے۔

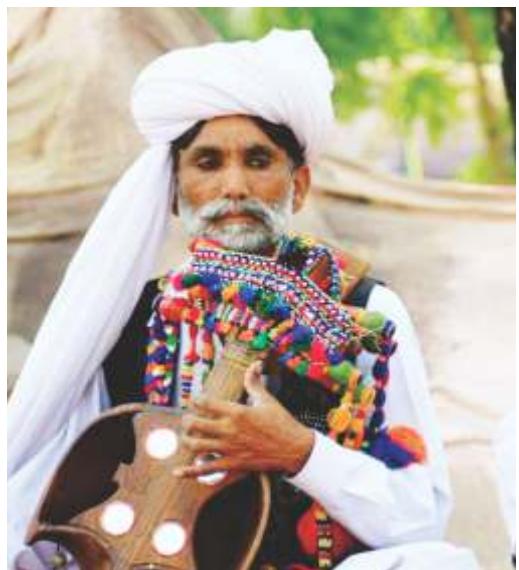
عقیدت مندان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور ان کے ایصال ٹوابل کے لیے قربانی دیتے ہیں۔ عید الاضحیٰ کے موقع پران کے مزار پر بزرگ دست میلہ

محصوم بابا

محصوم بابا کا مقبرہ پشین میں ہے۔ ان کی بہت سی کراماتیں مشہور ہیں۔ اگر کسی کے دانت میں درد ہو تو وہ ان کے مقبرے کے دروازے پر ایک کیل ٹھوک دیتا ہے تو اس کا درد دور ہو جاتا ہے۔ ان کے مزار پر عقیدت مندان کا تانتا بندھاڑ ہوتا ہے۔

پیر لاکھا

کہا جاتا ہے کہ یہ ہندو ماں باپ کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے حضرت لعل شہباز قلندر سے دعا کی درخواست کی۔ ان کی دعا سے یہ پیدا ہوئے بعد میں جب قلندر بلوچستان تشریف لائے تو اس پچھے کوان کی خدمت میں پیش کیا گیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پیر لاکھا بڑے باکرامت بزرگ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ درختوں کے پتے اُن کے ہاتھوں میں آکر روٹیاں بن جاتے تھے اور وہ جس خشک زمین پر ٹھوکر مارتے تھے وہاں سے پانی کے چشمے پھوٹ لکتے تھے۔ میں جون کے دوران ان کا عرس ہوتا ہے جس میں لاکھوں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔



بلوچستان کا ایک لوک فنکار

سال تک رسی بنا تارہ لیکن اتنی بھی رسی سے بھی اس تالاب کی گھر انی کا پتہ نہ چل سکا۔ جو زائرین تیرنا جانتے ہیں وہ ایک اوپری چٹان سے اس تالاب میں چھلانگ لگاتے ہیں اور پانی کے اندر ایک راستے کے ذریعے پہاڑ کی دوسری جانب ٹکل جاتے ہیں۔ اس راستے سے گزرنے والوں کی عقیدے کے مطابق اُن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس تالاب سے متعلق ایک اور رسم یہ بھی ہے کہ زائرین اس میں ناریل بھیستے ہیں، جب ناریل پانی میں ڈوبتا ہے تو پانی میں اُنھیں والے بلبلوں کو تعداد اور مقدار سے ناریل بھیستے والے شگون لیتے ہیں۔ اگر زیادہ بیٹلے اٹھتے ہیں تو سمجھا جاتا ہے کہ ناریل بھیستے والے کو اتنی ہی زیادہ خوشیاں ملیں گی۔

شری مائی ہنگلاج کی تیرتھ یا زیارت گاہ، اُسی پہاڑی سلسلے کے آخری حصے میں واقع ہے جو ضلع سبیلہ کو ضلع کمران سے عیینہ کرتے ہیں۔ ساحل سمندر سے اس جگہ کا فاصلہ ۱۸ میل ہے جب کہ خشکی کے راستے ایک سوساٹھ میل دور ہے۔ خشکی کا راستہ جب چوکی کے راستے سونیانی، لیاری اور کنڈی دار سے کر رہتا ہے۔

چونکہ شری مائی ہنگلاج کا راستہ بے برگ و بار اور خشک میدانوں سے گزرتا ہے اس لیے زائرین بالعلوم قافلوں کی ٹکل میں سفر کرتے ہیں۔ بر قافلے کا ایک لیدر یا رہنماء ہوتا ہے جسے ”آگو“ (۲ گے چلے والا) کہتے ہیں جو ہاتھ میں درخت کی شاخ لے کر چلتا ہے اور بالکل پارسی نہب کے موبد کی طرح لگتا ہے جو منہجی جلوسوں کی رہنمائی ہاتھ میں کسی درخت کی سبز شاخ لے کر کرتے ہیں۔ اس سبز شاخ کو قیادت کا خدا کی نشان سمجھا جاتا ہے۔

ان قافلوں کا پہلا پڑا اولیاری پر ہوتا ہے اور یہاں پہنچ کر قافلے میں شامل زائرین اپنے روزمرہ کے کپڑے اُتار کر زرد رنگ کا لباس پہن لیتے ہیں۔ اس سے اگلا پڑا چندرو کوپ کے آتش فشاںوں کے علاقے میں ہوتا ہے۔ یہاں دعا میں مانگی جاتی ہیں اور اُبلى ہوئی مٹی کے ان آتش فشاںوں کے دہانوں میں ناریل بطور غذر پھیکے جاتے ہیں۔

شری مائی ہنگلاج کے پاس ایک گھٹائی کے دہانے جس سے شری مائی ہنگلاج پہنچا جاتا ہے۔ زائرین سے کہا جاتا ہے کہ وہ قربانی دیں یہ قربانیاں بکروں کو کوڑ کر کے دی جاتی ہیں اور اس جگہ قافلے میں بیوائیں یا ایسے مرد جن کی بیویاں نوت ہو جکی ہوتی ہیں اپنے سر منڈاتے ہیں۔

لگتا ہے جس میں بالخصوص فون سپر گری کا مظاہر کیا جاتا ہے۔
بلوچستان میں ہندو مذہب کے مقدس مقامات
شری مائی ہنگلاج

پاکستان میں ہندو مذہب سے متعلق جتنے بھی مقدس مقامات موجود ہیں، غالباً ان میں سے کوئی بھی شری مائی ہنگلاج سے زیادہ قدیم نہ ہوگا۔ شری مائی ہنگلاج کا مندر دریائے ہنگول کے دائیں کنارے پر ضلع سبیلہ میں واقع ہے۔ اپنی ظاہری وضع کے لحاظ سے یہ عام مندوں سے بہت مختلف ہے یہ مندر ایک قدرتی غار کے اندر اُس کے انتہائی آخری سرے پر واقع ہے اور اس میں بت کی جگہ قبر کی ٹکل کا ایک پتھر ہے جسے ”ماتا“ یا ”مہماںایا“ (مادرِ مہماں یا مُظفیم مایا) کہا جاتا ہے۔

یہ مقام ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے زیارت گاہ ہے اور اس شری مائی ہنگلاج دیوی سے منسوب کیا جاتا ہے جو تقدیر بنا نے یا بگاثرنے والی دیوی بتائی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کی نظر میں یہ دیوی ”لبی نانی“، تھیں۔ جو ایک بزرگ خاتون تھیں۔

علوم قدیم کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ”لبی نانی“ یا ”نانی“ درصل قدیم زمانے کی دیوی ”نانا نیا“ کی موجودہ صورت ہے۔ جن کو سامی زبانوں میں ”ان ہی تا“ کہا جاتا ہے جب کہ ہنگلاج۔ ای دیوی کا ایک اور دیوی کے ساتھ جن کا نام ”کروکاہبہ“ بیان کیا جاتا ہے، کسی زمانے میں ساری دنیا میں پرستش کی جاتی تھی۔ ہنگال درصل ”شترف“ کو کہتے ہیں جو ایک دو اک طور پر قدیم ہندوستان میں عام طور سے استعمال کیا جاتا تھا (اور طب یونانی میں اب بھی استعمال ہوتا ہے) اور چونکہ شترف کے استعمال سے سانپ کے کاٹے ہوئے سخت یا ب ہو جاتے ہیں اور اس سے ہر طرح کے زہر کا علاج ہو جاتا ہے۔ اس لیے شترف کو تقریباً ہر مرض کے لیے تریاق کا درجہ دادیا گیا۔

شری مائی ہنگلاج کی زیارت گاہ کوئی راستے جاتے ہیں جن میں سے ساحل سمندر کا راستہ سب سے زیادہ آسان ہے۔ کراچی سے زائرین موڑ لانچوں اور کشتیوں میں سفر کرتے ہیں اور ساحل پر اُتر کر بیچہ راستے جو تقریباً پورے دن کا ہے اونٹوں پر سفر کرتے ہیں۔ شری مائی ہنگلاج کا مندر جس پہاڑی پر واقع ہے اس کے پاس ایک گھر اتاباہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک پیاری اس تالاب کی گھر انی ناپنے کے لیے ایک

چندر کوپ

صوبہ خیبر پختونخواہ

صلح پشاور

رحمٰن باباؒ

رحمٰن باباؒ میں گرم آبیٰ مٹی دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کے پہاڑیوں کے دہانے میں جن میں گرم آبیٰ مٹی دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کے دہانوں سے اکثر گیس خارج ہوتی رہتی ہے۔ طبقات الارض کے ماہرین کی نظر خیبر پختونخواہ کے سر پرست دلی، اور پشتو کے عظیم شاعر تسلیم کے جاتے ہیں اور اسی میں یہ آتش فشاں زیر میں رقیق گندبک کے چشموں کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں اعتبار سے اُن کا احترام کیا جاتا ہے۔

اور ان میں ابلقیٰ ہوئی مٹی سمندر میں جوار بھائے سے متاثر ہوتی ہے ان آتش تعلیمات کی تبلیغ، خلق خدا کی خدمت، آفیٰ اخوت اور سادگی کے اصولوں کے ہندو زائرین، ان آتش فشاں کی بھی پرستش کرتے ہیں ان کے مقابل یہ پرچار میں نظری۔

رحمٰن باباؒ کا انتقال ۶۴۱ء میں ہوا۔ اُن کا مزار پشاور میں عقیدت مندوں کی شریٰ مائیٰ ہنگلائج کی زیارت گاہ اس لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے کہ یہاں جو سومات ادا کی جاتی ہیں وہ ہندو مذہب کے کسی اور مقدس مقام یا مندر پر ادنیں کی جاتیں اور نہ ہی کوئی اور مندر ایسا ہے جس کا مسلمان بھی احترام کرتے ہوں اور اس کی زیارت کے لیے جاتے ہوں۔ کچھ بھی ہواں میں شک نہیں کہ دنیا میں مذہبی نوعیت کے جتنے بھی ایسے مقامات ہیں جو ہندو مذہب میں قابل احترام ہیں، ان میں شریٰ مائیٰ ہنگلائج ایک انوکھا مقام ہے اور جس کی صحیح تحقیقت یا تاریخی پس منظر سے کوئی بھی واقعہ نہیں ہے۔ شریٰ مائیٰ ہنگلائج ایک ایسا سرستہ راز ہے جو شاید ہمیشہ راز ہی رہے گا۔



مقبرہ رحمٰن باباؒ، پشاور

صلح سوات

پیر باباؒ

سید علی اصلی نام ترنہ سے ہجرت کر کے صوبہ خیبر پختونخواہ آئے۔ اُن کی والدہ ماجدہ شہنشاہ بابر کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کا مزار بونیر میں ہے۔ آپ کے عرس کے موقع پر عقیدت مندوں کی ایک کثیر تعداد حاضری دیتی ہے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں بُدھ مت کی یادگاریں

صوبہ خیبر پختونخواہ اور بالخصوص موجودہ ضلع پشاور اور اس کے اطراف و اکناف کے علاقے کا پرانا نام ”گندہارا“ ہے۔ گندہارا کا علاقہ جغرافیائی اعتبار سے ہمیشہ ایک اہم سیاسی اور تجارتی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اس علاقے

اس علاقے میں دلمبی مٹی کے آتش فشاں ہیں جن کو ”چندر کوپ“ کہا جاتا ہے۔ شریٰ مائیٰ ہنگلائج کے راستے میں، ان میں سے سات آتش فشاں ہیں

جب کہ کچھ اور گوادر کے درمیان گیارہ آتش فشاں اور ہیں۔ یہ آتش فشاں بیچی پیچی پہاڑیوں کے دہانے میں جن میں گرم آبیٰ مٹی دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کے دہانوں سے اکثر گیس خارج ہوتی رہتی ہے۔ طبقات الارض کے ماہرین کی نظر خیبر پختونخواہ کے سر پرست دلی، اور پشتو کے عظیم شاعر تسلیم کے جاتے ہیں اور اسی میں یہ آتش فشاں زیر میں رقیق گندبک کے چشموں کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں اعتبار سے اُن کا احترام کیا جاتا ہے۔

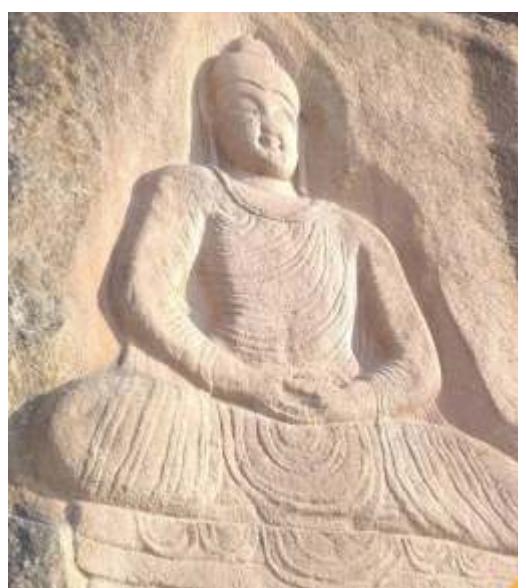
اور ان میں ابلقیٰ ہوئی مٹی سمندر میں جوار بھائے سے متاثر ہوتی ہے ان آتش فشاں کا سمندر سے فاصلہ بیشکل ایک میل ہو گا۔

ہندو زائرین، ان آتش فشاں کی بھی پرستش کرتے ہیں ان کے مقابل یہ پرچار میں نظری۔

رحمٰن باباؒ کا انتقال ۶۴۱ء میں ہوا۔ اُن کا مزار پشاور میں عقیدت مندوں کی

شریٰ مائیٰ ہنگلائج کی زیارت گاہ اس لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے کہ یہاں

جور سومات ادا کی جاتی ہیں وہ ہندو مذہب کے کسی اور مقدس مقام یا مندر پر ادنیں کی جاتیں اور نہ ہی کوئی اور مندر ایسا ہے جس کا مسلمان بھی احترام کرتے ہوں اور اس کی زیارت کے لیے جاتے ہوں۔ کچھ بھی ہواں میں شک نہیں کہ دنیا میں مذہبی نوعیت کے جتنے بھی ایسے مقامات ہیں جو ہندو مذہب میں قابل احترام ہیں، ان میں شریٰ مائیٰ ہنگلائج ایک انوکھا مقام ہے اور جس کی صحیح تحقیقت یا تاریخی پس منظر سے کوئی بھی واقعہ نہیں ہے۔ شریٰ مائیٰ ہنگلائج ایک ایسا سرستہ راز ہے جو شاید ہمیشہ راز ہی رہے گا۔



یونانی انداز بول کیا اور مہاتما گوم بدھ کی زندگی کے حالات، ازاول تا آخر، پھر وہ کی تختیوں پر اس طرح نقش کر دیے کہ یہ اس دور کی چلتی پھرتی تصویریں معلوم ہوتی ہیں۔

مہاتما گوم بدھ کی زندگی کے حالات کا سب سے بڑا اور قیمتی ذخیرہ پشاور میوزیم میں موجود ہے۔ ٹیکسلا میوزیم، لاہور میوزیم اور کراچی میوزیم میں بھی اس دور کی یادگاریں محفوظ ہیں لیکن گندہار کے فن بتراشی اور مجسمہ سازی کے جو نمونے پشاور میوزیم میں محفوظ ہیں ان کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

گندہار اودی کے بدھ و درستے تعلق رکھنے والے تاریخی گندھارات تقریباً ہر علاقے میں موجود ہیں۔ ٹیکسلا کے پاس سرکاپ کا تدیم شہر آمد ہو چکا ہے۔ ”دھرم راجیکا“ جیسے استوپے اور جولیاں کی بدھ یونیورسٹی اور خانقاہ، تخت بائی کے گندھارات، شہبازگر گھنی اور ہنڈ کی بدھ یادگاریں اسی دور کی عظمت و شان کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

بدھ مذہب کو مانے والوں کی دنیا میں پاکستان کی تاریخ کے اس حصے کی نہیں وثافت اور اس کی یادگاروں کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ سال کے بارہ مہینے سیاحوں کے قافلے ان علاقوں کی سیاحت کے لیے آتے رہتے ہیں۔

بدھ مت کے مانے والوں کے لیے اس علاقے میں جو مقامات اور عمارتیں اہمیت رکھتی ہیں، ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

☆ مقبرہ رحمن بابا، پشاور

۱۔ ٹیکسلا

- ۱۔ ٹیکسلا میوزیم
- ۲۔ جولیاں استوپا اور خانقاہ
- ۳۔ دھرم راجیکا استوپا اور خانقاہ
- ۴۔ گھانی خانقاہ
- ۵۔ کنال کا استوپا
- ۶۔ اپسی دل کے مندر
- ۷۔ دوسروں لے عقاب کا مندر
- ۸۔ جنڈیاں کا مندر
- ۹۔ موہڑہ مرادو کا استوپا
- ۱۰۔ سرکاپ کا شہر
- ۱۱۔ سرکھہ اور
- ۱۲۔ بھر کے گندھارات

۲۔ پشاور

- ۱۔ درہ خیبر کا استوپا
- ۲۔ شاہ جی ڈھیری
- ۳۔ ”اپولا“
- ۴۔ پشاور میوزیم
- ۵۔ چارسده

سے زمانہ قدیم کے نہ صرف حملہ آور گزرتے تھے بلکہ یہ علاقہ ایشیا کے اہم ترین تجارتی راستوں کا سنگم بھی تھا۔ اس اعتبار سے اس علاقے پر دنیا کی مختلف تہذیبوں کی گھری چھاپ ہے۔ تیری صدی قبل مسیح جب یہاں بدھ مذہب کا نفوذ شروع ہوا تو اس علاقے کی بدھستوانی تہذیب و ثقافت کے اہم ترین مرکز کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

گندہار تہذیب کا مرکزی علاقہ موجودہ وادی پشاور کو کہا جا سکتا ہے۔ یہ وادی جو تقریباً دو ہزار دو سو بیس مربع میل رقبے پر پھیلی ہوئی ہے سطح سمندر سے ایک سو فٹ بلند اور مشرق کے علاوہ ہر طرف سے بلند و بالا پہاڑی سلسلوں سے گھری ہوئی ہے۔

پشاور کا پرانا نام ”پشکلاوی“ تھا، جس کی قدیم جائے قوع چارسده کے پاس برآمد ہو چکی ہے۔ اس علاقے کا دوسرا دارالحکومت ٹیکسلا تھا جواب صوبہ پنجاب میں شامل ہے اور جسے گندہارا کلچر کے اہم ترین مقامات میں شمار کیا جاتا ہے۔

وادی گندہارا اور ٹیکسلا سے بدھ مت دور کی جو یادگاریں برآمد ہوئی ہیں وہ پاکستان کے عجائب گھروں میں اس ملک کی قدیم عظمت و شوکت کا ثبوت ہیں۔ گندہارا کے سنگ تراشیوں، مجسمہ سازوں اور گندہار کاروں نے اپنے دور کی تاریخ، تہذیب اور ثقافت کے جو حالات پھر وہ کی تھے اور زبان سے بیان کئے ہیں، وہ رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔ یہاں کے ان ماہرین نے سنگ تراشی میں



اور معروف نام سیف الملوك و بدیع الجمال ہے جبکہ آپ نے مرزا صاحب اس کے رومانوی سانچے کی مثالیں بھی اپنی شاعری میں شامل کیں۔

حضرت شادی شہیدؒ

بایا شادی شہیدؒ مورث اعلیٰ چب راجپوت "راجہ شاداب خان چب راجپتوں کے مورث اعلیٰ مہاراہدھرم چند چوبال (1468-1563ء)" تھے جنہوں نے مغل بادشاہ اکبر کے دور میں اسلام قبول کیا۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے اپنا نام تبدیل کر کے راجہ شاداب خان رکھا اور پھر تاریخ میں حضرت شیخ بایا شادی شہیدؒ کی عرفیت سے مقبول ہوئے۔ آپ کا مزار آزاد کشمیر کے ضلع بھبھر کے قصبے جنڈی چونتھ میں واقع ہے۔ آپ کے دربار پر ہندو اور مسلمان دونوں حاضری دیتے ہیں اور اپنے بھوں کی پیدائش کا جشن مناتے ہیں اور اپنے عقیدے کے مطابق رسومات ادا کرتے ہیں۔

بایا شادی شہید کا نام ان روحانی پیشواؤں میں آتا ہے۔ جنہوں نے خدا خونی اور انسانی مساوات کا ساری زندگی پر چار کیا۔



مقبرہ حضرت شادی شہیدؒ

سخن سائیں سیمیلی سرکار

سرز میں مظفر آباد میں ایک اور صوفی و فقادر بزرگ حضرت سخنی سائیں سیمیلی سرکار کا مزار پاپک ہے جو کہ کشمیر کے قدیم مزارات میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت سیمیلی سرکار قلندرانہ زندگی کے خواجہ تھے آپ نے اپنی ساری زندگی ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر میں ہی گزار دی۔

حضرت سخنی سائیں سیمیلی سرکار کا دربار مظفر آباد کے درمیان واقع ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ روزانہ حاضری دیتے ہیں۔

آپ کا تعلق ملتان کے سادات گھرانے سے ہے جبکہ آپ کے آباء اجداد گجرات بھر تک رک گئے۔ آپ نے اپنی زندگی کا زیادہ وقت مراقبہ اور عبادت

- ۱۔ شہباز گڑھی
- ۲۔ تخت بائی کے لکھنورات
- ۳۔ ہنڈر

۲- سوات

- ۱۔ شنگر دھر استوپ، سوات
- ۲۔ گل کدہ (سابق بت کدہ)
- ۳۔ اُدے گرام اور نیو گرام
- ۴۔ دیر میوزیم، پکدھرہ
- ۵۔ سوات میوزیم، تحریف
- ۶۔ مہاتما بدھ کا چٹائی بست، جہان آباد
- ۷۔ گلگت، ہنزہ اور سکردو
- ۸۔ چلاس کے پاس چٹانوں پر بدھ دور کے نقش و نگار اور تصویریں۔
- ۹۔ ہنڈہ کے پاس چٹانوں پر تصویریں
- ۱۰۔ گلگت کے پاس کارگہ کی چٹان پر مہاتما بدھ کی تصویر
- ۱۱۔ بلستان میں چٹانوں پر مہاتما بدھ کی تصویریں۔

آزاد جموں و کشمیر

میاں محمد بخش

میاں محمد بخش قادری پنجابی زبان کے معروف شاعر تھے۔ انہیں روی کشمیر کہا جاتا ہے۔ پیدائش 1830ء، برابر 1246ھ: کھڑی کے ایک گاؤں چک ٹھاکرہ میر پور آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق گرجنگی سے ہے۔

میاں محمد بخش کی شخصیت ایک ولی کامل اور صوفی بزرگ تھے آپ نے اپنے کلام میں سچ موتی اور ہیرے پروئے ہیں ایک ایک مصرع میں دریا کو کوڑے میں بندر کر دیا ہے۔ ان کی شاعری زبان زد عالم ہے۔ سیف الملوك ان کی شاہکار کتاب ہے۔ جس کا اصل نام سفر العشق ہے



مقبرہ میاں محمد بخش

سیاحتی مقام بن گیا ہے تاہم متلاشیاں بندگان خدا بھی وہاں روحانی تسلیم کے حصوں کے لیے مظفر آباد سے 20 کلومیٹر کا کٹھن سفر طے کر کے وہاں جاتے ہیں۔

ہر سال اکتوبر، 11 اور 12 کو آپکا عرس منایا جاتا ہے جس میں عقیدت مندوں کا نجوم درہتا ہے۔

گلگت بلستان

بابا غوث دی

گلگت بلستان کی چرسن وادی میں بابا غوث دی کا دربار واقع ہے جو کہ غوث دی پیر کے نام سے جانے جاتے ہیں جنہوں نے اس وادی میں اسلام کا تعارف کرایا۔



بابا غوث دی تہوار، وادی چرس، گوجال

ہنڑے کے ساتھ میر ہر سال اس دربار پر حاضری دیتے تھے۔ صوفیانہ کے لئے وقف صوفیانہ صوفی مزار ہے جہاں ہر سال سالانہ تقریبات میں واکی لوگ اور گلگت بلستان میں رہنے والے شرکت کرتے ہیں۔



مقبرہ بابا غوث دی (بابا غوث دی زیارت)

میں گزار اور حسن ابدال، ہری پور، جویلیاں، مانسہرہ اور مظفر آباد میں قیام کیا۔ آپ کے عقیدت مندوں میں سے آریا اور عورتوں میں سے سیلیں کھلاتے ہیں۔

آپ کے دربار پر ہر سال جنوری 13 سے 21 تک عرس کے دنوں میں عقیدت مندوں کا نجوم درہتا ہے۔



تجی سائین سیلی سرکار کا مقبرہ

پیر چناسی

دربار پیر چناسی مظفر آباد کے سیاحتی مقام پیر چناسی کے مقام پر واقع ہے جہاں حضرت شاہ حسین الخاری محبوب استراحت ہیں۔ پیر چناسی کا دربار چیل اور دیار کے گھنے جنگلات کے درمیان واقع ہے اور دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ حضرت شاہ حسین الخاری تقریباً آٹھویں صدی ہجری میں شیر تشریف لائے اور نجوم سے نگل آ کر عبادت الہی میں محرق رہنے کے لیے جنگل میں ڈیرہ ڈال لیا۔ جہاں موسم گرم میں لوگ جو ق در جو ق حاضری دیتے۔ اگرچہ پیر چناسی ظاہری خوبصورتی اور سرد مقام مومنے کی وجہ سے اب



پیر چناسی کا مقبرہ



حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے مزار کا اندر وی منظر



مہاتم بدھ کی زندگی کے واقعات پھر کی تختی پر تراشے گئے ہیں



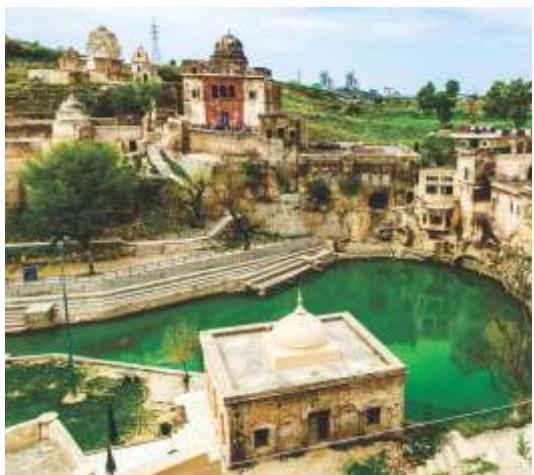
گورودوارہ ڈیرہ صاحب لاہور



سنڌ کے لوک فنکار



ایک دوریش عالم وجد میں رقص کر رہا ہے



شیو گنگا مندر، چکوال



www.salampakistan.gov.pk



Pakistan Tourism Development Corporation
Koshar Block, (Ground Floor), Pak Secretariat
Islamabad, Pakistan

Tel: (+92) 51 9204027, 9212850 Fax: (+92) 51 9212853
www.tourism.gov.pk

